حکیم اہلسنت اور تحریکِ پاکستان

مع

مخالفینِ پاکستان تاریخ کا ایک سیاہ باب

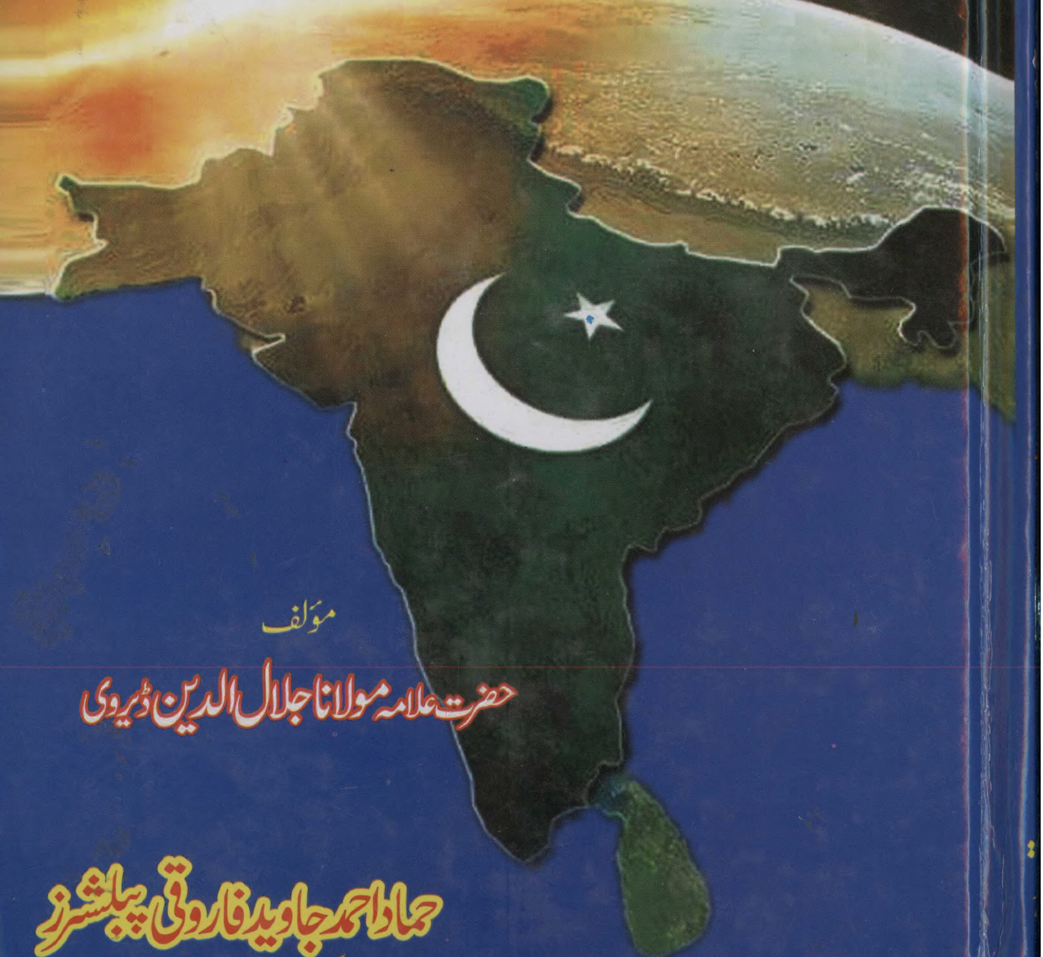

مؤلف

حضرت علامہ مولانا جلال الدین ڈیروی

حماد احمد جاوید فاروقی پبلشرز
دربار مارکیٹ لاہور 0342-4584608

حکیم اہل سنت

اور

تحریک پاکستان

جلال الدین ڈیروی

حماد احمد جاوید فاروقی پبلشرز
دربار مارکیٹ لاہور 0342-4584608

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

نام کتاب ______ حکیم اہلِ سنت اور تحریکِ پاکستان
مؤلف ______ جلال الدین ڈیروی
پیش لفظ ______ محمد کاشف رضا
سن اشاعت ______ 2014ء
تعداد ______ 1100
صفحات ______ 176
قیمت ______ 180/-
ناشر ______ احمد جاوید فاروقی پبلشرز،
داتا دربار مارکیٹ، لاہور

ملنے کا پتا

★ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
★ قادری رضوی کُتب خانہ
★ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
★ مسلم کتابوی
★ نشانِ منزل پبلی کیشنز
★ میلاد پبلی کیشنز
★ فضل حق پبلی کیشنز
★ کتب خانہ امام احمد رضا
★ قادری ورائٹی ہاوس
★ رضا ورائٹی ہاوس
★ مکتبہ اعلیحضرت
★ کرمانوالہ بک شاپ
★ لاثانی ورائٹی ہاؤس
★ کراچی ورائٹی ہاوس
★ داتا لجپال
★ مکتبہ برہان القرآن
★ صراطِ مستقیم پبلی کیشنز
★ والضحیٰ پبلی کیشنز
★ نظامیہ کتاب گھر
★ کتاب محل
★ ضیاء القرآن پبلی کیشنز
★ جنید کُتب خانہ
★ زاویہ پبلشرز دربار مارکیٹ
★ مکتبہ قادریہ
★ دارالعلم
نیو منہاج بک شاپ اینڈ DVD پوائنٹ
★ دارالنور
★ ادارہ پیغام القرآن
★ شبیر برادرز
★ چشتی کُتب خانہ

حضرت حکیم صاحب!!

حکیم صاحب سے وابستہ یادوں کا ایک ہجوم ہے جو دامن گرفتہ، مجھے ماضی کے بازاروں میں لیے پھرتا ہے۔ ریلوے روڈ لاہور کی رواں دواں سڑک کے ایک جانب ''مطب'' کے اندر سادہ سی کرسی میز، رنگ و روغن سے عاری، دوائیوں کی شیشیاں، جار اور جڑی بوٹیوں سے بھری الماریاں، اور ایک مردِ درویش نام جس کا حکیم محمد موسیٰ امرتسری دانائی جس کے چہرے پہ رقصاں، ذہانت جس کی آنکھوں میں درخشاں، جبہ و دستار کے جھمیلوں سے بے نیاز، علم و فکر، درد و سوز کا نقیب، دانش و شعور کا داعی، اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت کو عام کرنے والا روشن ضمیر رونق افروز ہے۔ مطب کیا ہے؟ دانش کدہ ہے، بڑے بڑے نامی محقق، مصنف، عالم، مترجم، دانشور، شاعر، صحافی حکیم صاحب کے ہاں بیٹھے علم و فن کی گفتگو کرتے، حکیم صاحب کے علمی نکات و تبصرے سنتے اور حکیم صاحب علم و حکمت کا چاند بنے جگمگاتے رہتے۔ ابن بطوطہ اس صدی میں ہوتا اور اس کا لاہور گزر ہوتا تو وہ اپنے سفر نامے میں حکیم صاحب کے مطب کا حیران کن نقشہ کھینچتا۔

مجھے لاتعداد مرتبہ ان کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ ہر مرتبہ نئی نئی علمی باتیں، فکری انداز، تحقیقی اسلوب حاصل ہوئے جو میں کئی کتب کے مطالعے سے بھی نہ حاصل کر پاتا۔ حکیم صاحب کا دل ایک صوفی کا دل تھا۔ وہ کئی ایسوں ویسوں کو بھی برداشت کرتے آج جن کے بارے میں سوچ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ انتہائی کم ظرف اور کمینہ پن میں یکتا و تنہا ہیں۔ بقول شخصے حکومت نے حکیم صاحب پر ہمہ وقتی ''شرطے'' لگا رکھے تھے۔ جو حکیم صاحب کے حلقۂ احباب کو کم کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتے۔ کئی ایک ایسے بھی

ہیں جو حکیم صاحب کے نام کو بیچنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ علمی مفلسی کا شکار کچھ ایسے بھی ہیں جن سے حکیم صاحب نے کتاب لکھوائی، مضمون لکھوایا، مواد دیا اور رہنمائی کی۔ حکیم صاحب کے وصال کے بعد آج تیرہ سال بعد ان کی کوئی کتاب نہیں آ سکی اور اُن کو گمنامی کے اندھیروں نے چھپا دیا۔ اس کی مثال متین کاشمیری صاحب جیسا تنگ نظر اور حاسد انسان ہے۔ جس نے تمام عمر حکیم صاحب کے حلقہ اثر میں داخل ہونے کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور حکیم صاحب پر کوئی کام نہ کر سکا۔ انہوں نے علامہ عبدالعزیز پرہاروی نامی مرتبہ کتاب میں مجھ پر حکیم صاحب کے نام آنے والے بیس خطوط ‘‘ضبط’’ کرنے یا بددیانتی سے اپنے پاس رکھنے کا گھناؤنا الزام لگایا ہے۔ خدا اور رسول کی لعنت ہو جھوٹے شخص پر، مجھے خطوط رکھنا ہوتے تو میں سارے رکھ لیتا ڈنکے کی چوٹ پر بیس عدد خطوط میں نے کیا کرنے تھے۔ ایسے شخص حسد کی بیماری میں جل جل کر مر جاتے ہیں۔ مگر شرم و حیا، غیرت ایمان، حاصل نہیں کر پاتے۔ اللہ پاک ایسے لوگوں کو ہدایت دے اور ان کے سیاہ باطن کو روشن کرے۔ آمین

محمد کاشف رضا
دار الحقائق لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

ڈاکٹر ایم۔ ایس ناز

محسن ملت حکیم اہل سنت جناب حکیم محمد موسیٰ (۱۹۲۷ء۔ ۱۹۹۹ء) امر تسری ثم لاہوری تاریخ ملت اسلامیہ کا بیش قیمت سرمایہ اور اہل ایمان کی آبرو تھے۔ علمی و تحقیقی اور دینی و روحانی حلقوں میں ان کی پر کشش شخصیت بے پایاں علم و فضل کی حامل اور قدر و منزلت کا سر چشمہ تھی۔ میرا ان سے پہلی بار تعارف اواخر ۱۹۶۵ء میں ہوا تھا۔ میں ان دنوں نوائے وقت کے ہفت روزہ قندیل سے منسلک تھا اور قبل ازیں میرے مضامین روزنامہ امروز اور کوہستان کے علاوہ ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ میں باقاعدگی سے شائع ہوا کرتے تھے۔ بس صریر خامہ کا یہی ایک تعلق خاطر مجھے حکیم صاحب کی معارف پروری کے قریب لے آیا تھا۔ پھر ان کی بے لوث رفاقت، ذہنی یگانگت اور فکری ہم آہنگی میرے قلب و جگر میں کچھ ایسی جاگزیں ہو کر رہ گئی کہ میں ایک ادنیٰ طالب علم اور ان کے ایک معمولی عقیدت مند ہونے کی حیثیت سے اپنی علمی و تحقیقی اور دینی و روحانی مشکلات میں اکثر ان سے بالمشافہ، اور بعض اوقات بالمکاتبت رہنمائی حاصل کرتا رہا۔

حکیم محمد موسیٰ امر تسری فرزند رشید حکیم فقیر محمد چشتی نظامی فخری (۱۸۶۴ء۔ ۱۹۵۲ء) کی ناقابل فراموش ملی خدمات کسی تعریف و تعارف کی

محتاج نہیں۔ ان کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک عہد آفریں پہلو یہ ہے کہ انہوں نے تحریک پاکستان کے زمانے میں نوجوانانِ امرتسر کے ساتھ مل کر قیام پاکستان کی جدوجہد کو کامیاب بنانے میں ایک مثالی کردار ادا کیا، جس کے بلیغ اشارات فرخ امرتسری کی کتاب خون کی ہولی اور جب امرتسر جل رہا تھا تالیف خواجہ افتخار میں بھی ملتے ہیں۔ حکیم محمد موسیٰ بلاشبہ تحریک پاکستان کی تاریخ کے عینی شاہد تھے۔ انہوں نے ساری زندگی مطالعہ و تحقیق میں گزاری، بے شمار مقالات لکھے اور متعدد بلند پایہ نایاب کتب کو نہ صرف تلاش کیا، بلکہ ان پر مفید حواشی اور تبصرے بھی قلمبند کر کے شائع کرائے۔ علوم دینیہ پر ان کی عمیق نظر تھی اور تصوف و طریقت کے رموز و نکات اور بزرگان دین کے ملفوظات کا وہ انسائیکلو پیڈیا تھے۔

میرے ممدوح ڈاکٹر پیر محمد حسن شیخ الادب (م ۱۹۹۹ء) کے بقول :
حکیم محمد موسیٰ کی تربیت خالص سنی ماحول میں ہوئی تھی اور انہیں اساتذہ بھی ایسے ملے، جو ان کے سنی خیالات کو اور مضبوط کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اہل سنت کے عقائد اور تعلیمات کی ترویج و تشہیر کے لئے ۱۹۶۸ء میں مرکزی مجلس رضا لاہور قائم کی، جو قلیل مدت میں پاکستان کی سرحدوں سے نکل کر بھارت اور بنگلہ دیش جا پہنچی اور اس کا دائرہ اثر و نفوذ دیگر بلاد اسلامیہ اور بلادِ مغرب تک پھیل گیا۔ میرے مربی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے نزدیک : یہ حکیم صاحب کے اخلاص اور جدوجہد پیہم کا نتیجہ تھا کہ پاک و ہند، یورپ و امریکہ اور افریقہ کی جامعات میں امام احمد رضا کی حیات و خدمات پر تحقیق ہونے لگی اور حکیم صاحب ابر بہار بن کر چھا گئے۔ انہوں نے اہل سنت کو بیدار کیا اور انہیں باور

کرانے کی کوشش کی کہ وہی دینِ اسلام کے حقیقی علمبردار، شیدائی رسول ﷺ، تابعین سنت اور اس تحریک کے داعی و محافظ ہیں، جنہوں نے قائدین آل انڈیا مسلم لیگ کے شانہ بشانہ قیام پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لیا۔ عبدالحکیم شرف قادری کے الفاظ میں: علم و قلم کی آبرو کی لاج جس طرح حکیم صاحب نے رکھی، وہ انہی کا حصہ ہے۔ لاہور میں ان کا مطب ڈاکٹر محمد ایوب قادری (م ۱۹۸۳ء) کے بقول: طبّی مرکز سے زیادہ علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کا مرکز رہا، جہاں ہر وقت تشنگان علوم جمع رہتے اور حکیم صاحب سے مستفید و مستفیض ہوتے تھے۔

میری حکیم صاحب سے تقریباً چونتیس برس سے یاد اللہ تھی۔ وہ جن مرئی خدمات اور غیر مرئی صفات کا مرقع تھے، اس کے اظہار و اعتراف کے لئے میں ان دنوں ان کی حیاتِ کامل، ان کے افکار و حوادث اور ان کے زریں کارناموں کو اجاگر کرنے میں تحریری طور پر کوشاں اور مصروف و مستغرق ہوں۔ لیکن مجھے سب سے زیادہ اس بات کی خوشی ہے کہ میرے پیشرو جلال الدین ڈیروی نے ایک ایسا تحقیقی کارنامہ کر دکھایا ہے، جو وقت کی ایک اہم ضرورت تھی۔ اس علمی کاوش پر جس قدر ناز کیا جائے کم ہو گا۔ محترم جلال الدین ڈیروی نے اپنی اس کتاب میں تحریک پاکستان کے حوالے سے حکیم صاحب کی خدمات اور ان کے ملی جذبات و قومی احساسات کو جس تحقیقی، مگر خوبصورت، عام فہم اور سلیس انداز میں خراج تحسین پیش کیا ہے، وہ انہی کا خاصہ ہے، اور وہ اس کے لئے بید رنگ تحسین و مبارکباد کے مستحق ہیں۔

حکیم محمد موسیٰ کی شخصیت بیک وقت دینی اور سیاسی بصیرت و بصارت کا پیکر بے مثال تھی۔ وہ برسوں کی ذہنی عرق ریزی اور مطالعہ تحقیق کے بعد اس

نتیجے پر پہنچے تھے کہ تحریک پاکستان کی تاریخ میں ان علماء کا تذکرہ تو بطور ہیرو کے ملتا ہے، جنہوں نے قیام پاکستان کی نہایت شد و مد سے مخالفت کی اور جو ہندوؤں کے حاشیہ بردار اور انگریزوں کے کاسہ لیس تھے، مگر اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی اور وہ سنی علماء و مشائخ، جنہوں نے برصغیر کی جدو جہد آزادی میں قائداعظم اور آل انڈیا مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور جن کی انگریز دوستی اور ہندو تعلق داری سے متعلق کوئی حوالہ نہیں ملتا، وہ تاریخ تحریک پاکستان نصابی کتب میں بھی سرے سے مفقود و محو ہیں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ حکیم صاحب کی مجالس میں جب کبھی تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ کی جدو جہد کا تذکرہ اس تناظر میں موضوعِ بحث بنتا، وہ اکثر مغموم ہو جایا کرتے اور انہیں اپنوں کی غفلت، بے بسی، تساہل پسندی پر بہت دکھ ہوتا۔ ایک ٹیس سی ان کے دل میں اٹھتی اور ایک ایسا درد ان کے چہرے سے عیاں ہوتا کہ جسے کوئی دوسرا نہیں، بلکہ وہ خود ہی محسوس کر سکتے تھے۔ شاید [illegible] کسی نے ایسے ہی کسی موقع کے لئے کہا تھا۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کر و بیاں

زیر نظر تحقیقی کاوش کے مصنف و مؤلف نے حکیم صاحب مرحوم و مغفور کے درد دل کو اپنا درد دل محسوس کرتے ہوئے اہل سنت کے ان مخالفین، انگریزوں کے کاسہ لیس اور کانگرس اور انتہاء پسند ہندوؤں کے خوشہ چینوں کا پردہ فاش کرنے کی بھرپور اور کامیاب کوشش کی ہے، جو منافقانہ حد تک، ایک طرف تو تحریک پاکستان کے حقیقی وارث علماء و مشائخ کے کردار کو

ہمیشہ داغدار کرنے کی سازشوں میں لگے رہتے ہیں اور دوسری طرف قیام پاکستان کی ساری جدوجہد کا سہرا خود اپنے ہاتھوں اپنے سروں پر سجانے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرے۔

حکیم محمد موسیٰ کے اس ارشاد کی وضاحت کے لئے کہ کانگریسی مولوی انگریز کے کاسہ لیس تھے، سینکڑوں صفحات درکار ہیں، کیونکہ انگریز دور کی خفیہ دستاویزات میں اس سے متعلق کئی شواہد موجود ہیں۔ مثلاً اسی موضوع کا ایک تعلق تحریک بالاکوٹ سے ہے اور کسی مستند ماخذ سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اول تا آخر کسی مرحلے پر اس تحریک کے قائدین میں سے کسی ایک نے بھی انگریزوں کو للکارا ہو، یہاں تک کہ مولانا اسماعیل "شہید" نے برسرعام یہ اعلان کر دیا تھا کہ سرکار انگریز پر نہ جہاد مذہبی طور پر واجب ہے نہ ہمیں اس سے کچھ مخاصمت ہے۔ مزید براں سید احمد بریلوی نے مولانا اسماعیل "شہید" کے مشورے پر شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لیفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمالی سے سکھوں کے خلاف جہاد میں جو مدد لی، وہ ریکارڈ پر ہے۔ اس کے بعد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھی پروفیسر محمد ایوب قادری کی تحقیق کے مطابق اکابر علماء دیوبند نے انگریزوں سے ٹکر لینے سے گریز کیا اور ان میں سے بعض مخالفین اہل سنت نے اپنی تقریروں میں واضح طور پر جہادِ آزادی میں شریک مسلمانوں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلافِ قانون ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی تسلیم کرتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی اور ان کے رفقاء جنگ آزادی کی کارروائی میں ملوث نہیں تھے۔ مولوی محمد عاشق الٰہی میرٹھی کی تصنیف تذکرۃ الرشید میں ۱۸۵۷ء کے واقعات و حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ

اکابر علماء دیوبند اپنی مہربان انگریز سرکار کے دلی خیر خواہ تھے۔

زیر نظر کتاب میں بھی جلال الدین ڈیروی نے اس نوع کے بے شمار دلائل کے بعد حکیم اہل سنت مرحوم حکیم محمد موسیٰ امر تسری کے اس ارشاد کو بجا طور پر درست قرار دیا ہے کہ اکابر علماء دیوبند نے نہ صرف کھل کر تحریک پاکستان کی مخالفت کی، بلکہ وہ انگریز کے ہم نوا بھی تھے۔ بر عکس اس کے، امام احمد رضا بریلوی اور ان کے پیروؤں کے علاوہ سنی علماء و مشائخ نے بیک وقت انگریز اور ہندو۔ دونوں کی مخالفت کی اور کانگرس کے مقابلے میں آل انڈیا مسلم لیگ کا ساتھ دیتے ہوئے تحریک پاکستان میں عملاً حصہ لیا اور جان و مال کی قربانیاں پیش کیں۔

کتاب ہذا میں تحریک پاکستان کے ضمن میں تحریک ہجرت و ترکِ موالات کو بھی حکیم محمد موسیٰ مرحوم و مغفور کے ارشادات اور مطالعات و استفادات کی روشنی میں موضوع سخن بنایا گیا ہے اور ہندوؤں کی روایتی مسلم دشمنی اور ذبیحہ گاؤ کے مسئلے پر مشہور تاریخی استفتاء کے مفصلات و مدللات پر ان کانگرسی علماء کے سیاسی و مذہبی کردار کو بے نقاب کیا گیا ہے، جنہوں نے مسٹر گاندھی کو ایک دن جامع مسجد شیخ خیر الدین امر تسر میں منبر رسول ﷺ پر لا کر بٹھا دیا تھا اور خود اس کے قدموں میں بیٹھ کر یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! تو گاندھی کے ذریعہ اسلام کی مدد فرما۔ (معاذ اللہ)

یہ کانگرسی علماء گاندھی کی جے پکارنے اور قائد اعظم کی مخالفت کرنے میں کس کس طرح پیش پیش رہے، حکیم محمد موسیٰ امر تسری کو اس دور کے مخالفین اہل سنت کی تاریخ کا ایک ایک واقعہ ازبر تھا۔ جلال الدین ڈیروی نے اب ان سب واقعات کو حوالہ جات کے ساتھ صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے حکیم محمد

موسیٰ کی سیاسی بصیرت اور تحریک پاکستان میں ان کی علمی و ملی خدمات کا نہ صرف اعتراف کیا ہے، بلکہ انہیں شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کرنے کا حق بھی ادا کر دیا ہے۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اہل سنت کے ہاں اہل قلم کی کمی ہے نہ اہل دولت کی، لیکن ان کی اصل کمزوری در حقیقت تنظیم کا فقدان ہے۔ یہ لوگ تسبیح کے دانوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں اور انہیں ان کے مخالفین نے منتشر کر رکھا ہے، کیونکہ مخالفین پاکستان اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اگر سوادِ اعظم کو ایک پلیٹ فارم پر مجتمع ہونے کا موقع مل گیا تو وہ ان کے سیاسی کردار کو بے نقاب کر کے رکھ دیں گے اور تقسیم ہند کی جدو جہد میں ان کی پاکستان دشمنی منصۂ شہود پر آجائے گی۔ نیز اس صورت حال کے بعد ان مخالفین پاکستان کا ملک کے کلیدی عہدوں پر فائز رہنا ناممکن ہو کر رہ جائے گا۔ حکیم صاحب اکثر جذباتی انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان بننے کے بعد دو قومی نظریئے کے دشمن جس طرح آسودہ حال ہیں اور انہوں نے اس ملک کے وسائل اور یہاں کے اداروں پر تصرف جمار کھا ہے، اسے دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ پاکستان شاید انہی کے لئے معرض وجود میں آیا تھا، وگرنہ تحریک پاکستان میں عملاً حصہ لینے اور قربانیاں دینے والوں کی اولادیں یوں بد دل، مایوس، مفلوک الحال اور بے روزگار و بے بس و مجبور و لاچار دکھائی نہ دیتیں۔ محترم جلال الدین ڈیروی نے گو تحریک پاکستان کی کامیابی کے بعد مخالفین پاکستان کے اس نازک پہلو کو نہیں چھیڑا تاہم انہوں نے وہ تمام حقائق یکجا کر دیئے ہیں، جن سے مستقبل کے مؤرخین و محققین کو تحریک پاکستان کا حقیقی رخ پہچاننے میں یقیناً مدد ملے گی۔ اس کتاب کے

مطالعہ سے تحریک پاکستان میں جہاں اہل سنت کا بے لوث کردار تابندہ و درخشاں دکھائی دے گا، وہاں مخالفین تحریک پاکستان کے مدقوق اور داغ دار چہروں کو پہچاننے میں بھی کوئی مشکل نہ رہے گی۔

آخر میں میاں زبیر احمد اور ریاض ہمایوں تشکر و امتنان اور تہنیت و مبارک باد کے مستحق ہیں، جو اس کتاب کو شائع کر رہے ہیں۔ ان دونوں کی مثال قران السعدین کی ہے۔ ان کی تربیت حکیم صاحب مرحوم و مغفور کے زیر سایہ ہوئی اور میرے نزدیک وہی حکیم صاحب کے معنوی فرزند ہیں۔ آج انہوں نے حکیم اہل سنت کے مشن کو زندہ رکھنے کا عزم صمیم کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ ان کے جذبوں کو مزید ہمت عطا فرمائے اور انہیں کامیابی سے نوازے۔ (آمین) کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کا خشوع و خضوع سے مطالعہ کیجئے اور ہم سب کے حق میں دعائے خیر بھی کیجئے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں حکیم صاحب کے درجات کو اور بلند فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

ایم۔ ایس ناز

ادارہ تحقیقات اسلامی
(بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی)
اسلام آباد
۲۱ر مئی ۲۰۰۰ء

تحریک پاکستان

اور

حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری

محترم بشیر حسین ناظم رقم طراز ہیں :۔

"جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب کے تحت الشعور میں ایک شخصیت جس کا اسم گرامی "اعلیٰ حضرت امام احمد رِضا" ہے نور پاش ہے، اعلیٰ حضرت سراپا عشق منجملہ صفات و تعریف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ یہ ایک قوت فعال ہے اس قوت فعال کی برکت سے تانبہ کندن بن جاتا ہے، مس زر بن جاتا ہے، تلخ شیریں بن جاتا ہے، عناد مودت بن جاتا ہے، عداوت محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور نفرت، انجذاب بن جاتی ہے، چنانچہ جناب حکیم صاحب مد ظلہ العالی واللہ، تاللہ، باللہ، ایسی فعال شخصیت ہیں جو اپنی شیخوخی میں بھی فخر شبان اور عز نوجوانان ہے۔ حکیم صاحب نے اپنی قوت فعال کے ذریعے "مسلک بریلویت" کو زندہ کیا، اس کے جسم و جان میں روح پھونکی اور اس کے کالبد کو باغ مسالک میں شمشاد صفت کھڑا کر دیا ہے۔ اس طرح "مسلک بریلویت" جسے حقیقۃً مسلک مظہر عشق

> مصطفیٰ ﷺ کہنا چاہیے، کی تجدید حکیم صاحب قبلہ کے دم قدم سے ہوئی ہے اور اب اس کا تشخص اہل عالم کے سامنے اس طرح نکھرا ہے جس کا دھندلانا اب ممکن نہیں۔ جناب حکیم صاحب کو ان کی جانفشانی، کاوش، محنت، اعلیٰ حضرتؒ سے محبت و مودت پر مسلک اعلیٰ حضرت سے قلبی لگاؤ پر پوری ملت عشق نبی ﷺ کو مبارک باد دینی چاہیے۔ ان کی خدمات کو بہر نوع خراج عقیدت پیش کرنا چاہیے اور جہاں ممکن ہو ان کی عزت و تکریم میں شمہ بھر کمی واقع نہ ہونے دی جائے۔ حکیم صاحب اپنے کارہائے نمایاں میں بحمد اللہ تعالیٰ امر ہو چکے ہیں اور محسن ملت مسلک اعلیٰ حضرت ہونے کی وجہ سے درجہ محبوبیت میں ہیں، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: واللہ یحب المحسنین۔”[1]

ناظم صاحب نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی تجدید کے باعث قبلہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہم سب کے محسن ہیں۔ چونکہ آج وہ اس فانی دنیا کو خیر باد کہہ چکے ہیں، اس لئے انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کے مشن کو جاری رکھا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ جس طرح سنی اکابر نے تحریک پاکستان میں گراں قدر خدمات سر انجام دی تھیں لیکن ایک عرصہ تک ان کے معتقدین نے انہیں ضبط تحریر میں لانے سے گریز کیا جس کے باعث اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ خدانخواستہ اپنوں کی خاموشی اور مخالفین کی مسلسل معاندانہ سرگرمیوں کے باعث یہ تاریخ کا حصہ بننے سے رہ نہ جائیں، بالکل

اسی طرح اگر حکیم صاحب مرحوم کی طویل جد و جہد کو تحریری شکل میں پیش نہ کیا گیا اور ان کی تحریک کو زبانی جمع خرچ تک محدود رکھا گیا تو ہو سکتا ہے کہ کہیں ہم پھر حسب سابق جمود کا شکار نہ ہو جائیں، اس لئے قبلہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زریں کارناموں کو اجاگر کرنا اور ان کی چلائی ہوئی تحریک میں مزید قوت پیدا کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

قبلہ حکیم صاحب مرحوم کی ہمہ گیر خدمات کا کسی ایک مقالہ میں احاطہ کرنا ممکن نہیں اور نہ ہی یہ راقم جیسے کم علم لوگوں کا کام ہے۔ یہ چند سطور تو محض اس لئے قلمبند کی جا رہی ہیں کہ ان کے مقدس مشن کو جاری رکھنے والوں کی فہرست میں اس ناچیز کا نام بھی آ جائے ورنہ اصل ذمہ داری ان اہل علم اور با صلاحیت اہل قلم کی ہے جنہیں حکیم صاحب مرحوم دریافت کر کے حرکت میں لائے تھے اور جنہوں نے نہایت تحقیقی اور مستند مواد دنیا کے سامنے پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اہل سنت کے پاس نہ تو لکھنے والوں کی کمی ہے اور نہ سرمایہ کی، ان کی اصل کمزوری تنظیم کی کمی ہے۔ یہ لوگ بکھرے ہوئے ہیں، انہیں ایک ایسی فعال اور مستعد قیادت کی ضرورت ہے جو اس منتشر سواد اعظم کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دے اور اس کے سرمائے کو نہایت ایمانداری کے ساتھ صحیح طریقے اور جگہ پر خرچ کرے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد آیئے اب اصل موضوع کی طرف، قبلہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بے نظیر کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ہماری گم شدہ تابناک سیاسی تاریخ تلاش کرنے کی جانب نہ

صرف ہمیں متوجہ کیا بلکہ اس کا کچھ حصہ تحریری شکل میں ہمارے حوالے بھی کر دیا، ہما افرض یہ ہے کہ اس میں مزید اضافہ کریں اور سنی علماء و مشائخ اور ان کے معتقدین نے جو شاندار کردار ادا کیا تھا، اسے جدید تحقیقی انداز میں پیش کرنے کی خاطر متحرک رہیں، کسی بھی موقع پر اسے کافی سمجھ کر چھوڑ دینے کا خیال بھی دل میں نہ لائیں، دیگر تبلیغی مصروفیات کی طرح اسے بھی دین کی ایک اہم خدمت سمجھ کر اس میں منہمک رہیں۔ اور اپنے بعد والوں کو بھی یہ ذہن نشیں کرائیں کہ وہ اس مقدس مشن کو ہر حال میں جاری رکھیں کیونکہ کفر و اسلام میں امتیاز قائم رکھنے کا یہ ایک پیمانہ ہے اور ہمارے اکابرین نے دو قومی نظریئے کا احیا کر کے یہ بتا دیا ہے کہ دین اسلام کی حفاظت اور اسے فروغ دینے کے لئے یہ بے حد ضروری ہے کہ ہم دو قومی نظریہ پر کسی حالت میں بھی سمجھوتہ نہ کریں اور دشمنانِ اسلام کو اپنا بہی خواہ نہ سمجھیں، آج بھی جو عناصر ان کی تائید کرتے ہیں، انہیں اپنے اس غلط موقف پر نظر ثانی کرنے کا مشورہ تو دیں لیکن ان کے ساتھ بھی اشتراک عمل کو خلاف اسلام سمجھیں۔

اس میں شک نہیں کہ بعض مذہبی قیادت کے مدعی حضرات نے تحریک پاکستان کی جی بھر کر مخالفت کی تھی جب کہ سنی علماء و مشائخ اور ان کے پیروکاروں نے بغیر کسی لالچ کے ایک دینی فریضہ سمجھ کر مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا تھا لیکن بد قسمتی سے تحریک پاکستان پر لکھی جانے والی کتب کے مطالعہ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مذہبی قائدین یا تو کانگریس کے حامی تھے یا پھر اس جدوجہد سے لاتعلق تھے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کچھ لکھنے والے تو یہ ثابت کرنے پر

تلے ہوئے ہیں کہ پاکستان مذہب کے نام پر نہیں بنا تھا، اس لئے انہوں نے کانگرسی مولویوں کی جدو جہد کو بنیاد بنا کر یہ تاثر پھیلانے کی کوشش کی کہ سب کے سب مذہبی راہنما قیام پاکستان کے مخالف تھے جبکہ متحدہ قومیت کے حامی اہل قلم نے اپنا سارا زور اس بات کو اجاگر کرنے پر صرف کیا کہ ان کے اکابرین اگرچہ کانگریس کے حامی تھے لیکن ان کی نیت میں فتور نہیں تھا اور وہ متحدہ ہندوستان ہی کو مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے بہتر سمجھتے تھے۔ ان لکھنے والوں کو سنی علماء و مشائخ کی جدو جہد کو منظر عام پر لانے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ سنی قائدین نے ان کے اکابرین کو شکست سے دو چار کیا تھا، رہے سنی قائدین کے وارث و معتقدین تو انہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی، ان کے اس اقدام کی جو بھی تاویل کی جائے، اس کا یہ نقصان بہر حال ہوا کہ غیر جانبدار مؤرخین کو سنی علماء و مشائخ کے زریں کارناموں کے متعلق مستند مواد نہ مل سکا اور نہ ہی انہوں نے خود اسے تلاش کرنے کی کوشش کی، اس طرح تحریک پاکستان کا یہ ایک نہایت ہی اہم باب وقتی طور پر نظروں سے اوجھل رہا۔

مولانا مودودی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا:

> ”کانگرسی مولوی کا ذہن ہر جگہ ایک ہی طرح سوچتا ہے۔۔ (کچھ توقف کے بعد فرمایا) بعض نظریات ایسے ہوتے ہیں جن کا غلط ہونا آنکھوں کے سامنے ثابت ہو جاتا ہے لیکن کچھ لوگوں کو ہمیشہ ڈوبتی کشتی میں سوار ہونے کی عادت ہوتی ہے“۔ ۲

در حقیقت مخالفین اہل سنت کو بھی یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ان

کے اکابرین نے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی مخالفت اور مشرکینِ ہند کی حمایت کر کے فاش غلطی کی تھی، نیز سنی علماء و مشائخ نے اسلامی تعلیمات کے عین مطابق مسلم لیگ کا ساتھ دے کر درست قدم اٹھایا تھا لیکن اس کے باوجود ڈوبتی کشتی میں سوار ہونے کی عادت سے مجبور ہو کر انہوں نے امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے ہم مسلک علماء و مشائخ کے متعلق یہ بے بنیاد پروپیگنڈہ کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی کہ قوم کے ان محسنین نے کسی ملی تحریک میں نہ صرف کوئی حصہ نہیں لیا بلکہ یہ انگریز کے ایجنٹ تھے۔ صحیح الفکر باخبر لوگ اگرچہ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کا پروپیگنڈہ صحیح نہیں ہے لیکن چونکہ کوئی تحریری ثبوت ان کے پاس موجود نہیں تھا اس لئے اس کمی کو دیکھ کر وہ خود ذہنی کشمکش میں مبتلا تھے اور نئی پود کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کے سلسلہ میں بھی انہیں دشواریاں پیش آرہی تھیں، ان پریشان لوگوں میں ایک حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری بھی تھے۔ انہوں نے ایک انٹرویو میں اپنی اس پریشانی اور اس سلسلہ میں کام کا آغاز کرنے کے متعلق فرمایا:

> "مطالعہ میرا شروع سے شوق رہا ہے میرے مطالعہ کے نتیجہ میں مجھے اس بات نے پریشان کیا کہ تحریک پاکستان کی تاریخ میں ان علماء نے کہ جنہوں نے کھل کر پاکستان کی مخالفت کی انگریزوں کی کاسہ لیسی کی؛ ان کا تذکرہ تو ہیرو کا طور پر ملتا ہے اور اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی کہ جن کے حوالے سے تاریخ میں انگریز دوستی یا تعلق کا کوئی حوالہ نہیں ملتا بلکہ انگریزوں کے شدید مخالف نظر آتے ہیں، ان کا

سرے سے کوئی تذکرہ نہیں ہے میں ان سوالات کو پروفیسر محمد ایوب قادری جو کہ لاہور میں جب بھی تشریف لاتے، میرے ہاں قیام کرتے، سے اکثر کیا کرتا مگر کیونکہ ان کا دیوبندیت کی جانب زیادہ جھکاؤ تھا، اس لیے وہ اس سوال کے جواب کو گول کر جاتے جس سے مجھے اعلیٰ حضرت کے بارے میں پڑھنے کی مزید جستجو ہوئی، یہ ۱۹۶۰ء کی بات ہے میں نے اعلیٰ حضرت کی تصانیف جو کہ اس دور میں نایاب تھیں، تلاش کر کے پڑھیں اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی حالیہ تاریخ کی ایک مظلوم شخصیت ہیں، لہٰذا اس پر کام کرنے کا ارادہ کیا اور کام شروع کر دیا۔ "۳

حکیم اہل سنت چونکہ ایک محقق اور تحریک پاکستان کے واقعات کے عینی شاہد تھے، نیز وہ سچی بات کو اپنوں کے منہ پر کہنے سے بھی ہچکچاتے تھے، اس لیے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ س سے وابستہ "علماء" انگریز کے بھی کاسہ لیس تھے لیکن چونکہ نصابی اور تاریخ کی کتابوں میں تحریک بالاکوٹ سے لے کر قیام پاکستان تک مخالفین اہل سنت کو جس طرح اسلام کے سچے خادم اور انگریز کے دشمن کے روپ میں پیش کیا گیا ہے اور جس کی مؤثر انداز میں تردید نہیں کی گئی ہے، اس لیے ان کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک پڑھا لکھا آدمی حکیم اہل سنت کے اس دعویٰ کو تسلیم کرنے سے کتراتا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ کانگرسی مولویوں اور ان کے بڑوں کے سیاسی کردار کا غیر جانبدارانہ بے لاگ تجزیہ کر کے اس کی وسیع پیمانے

پر تشہیر کی جائے لیکن انداز تحریر ایسا ہو کہ اس سے جہاں ٹھوس دلائل کی روشنی میں حکیم صاحب کے ارشاد کی تصدیق ہوتی ہو وہاں وہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہو کہ آپ کسی کی دل آزاری نہیں بلکہ محض تاریخی ریکارڈ درست کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔

تحریک آزادی کے متعلق حکیم صاحب نے ایک انٹرویو میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا تھا جو ماہنامہ "ساحل" کراچی، مارچ ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا تھا، اس کے علاوہ ان کے قلم سے ایک مقالہ "مولانا شاہ احمد رضا خان اور ان کے رفقاء کی سیاسی بصیرت" کے عنوان سے مقالات یوم رضا حصہ اول "مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء میں شامل ہے، اس انٹرویو اور مقالہ میں تحریک آزادی کے متعلق جن حالات وواقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے، انہیں صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کا مطالعہ وسیع ہو، عام پڑھا لکھا آدمی ان سے نہ صرف استفادہ نہیں کر سکتا بلکہ بعض الجھنوں کا شکار بھی ہو سکتا ہے، اس لیے زیر نظر مقالہ میں ہم نے حکیم صاحب مرحوم کے ارشادات کی تشریح و توضیح اس انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے پڑھنے والے کے ذہن میں جن شکوک و شبہات کے پیدا ہونے کا احتمال ہو، ان کا جواب اسے موقع پر ہی مل جائے، بعض مقامات پر یہ تشریح اتنی طویل ہو گئی ہے جسے دیکھ کر قارئین کو شائد یہ احساس ہونے لگ جائے کہ مقالہ نگار موضوع سے ہٹ گیا ہے لیکن حکیم صاحب کے ارشادات کو عام فہم بنانے کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔

حضرت حکیم صاحبؒ کے ارشاد کہ کانگرسی مولوی انگریزوں کے کاسہ

لیس تھے کی وضاحت کے لیے سینکڑوں صفحات درکار ہیں لیکن ہم موضوع کی مناسبت سے صرف چند واقعات پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ طوالت کی شکایت بھی نہ ہو اور مقصد بھی حاصل ہو جائے

جہاں تک تحریک بالاکوٹ کا تعلق ہے، کسی مستند ماخذ سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ ابتدا سے لیکر آخر تک کسی مرحلے پر بھی ان کے قائدین نے انگریزوں کو للکارا ہو دراصل ان کا مقصد ہی کچھ اور تھا، مولانا مودودی صاحب نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ”جس وقت یہ حضرات جہاد کیلئے اٹھے ہیں، اس وقت یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہ تھی کہ ہندوستان میں اصلی طاقت سکھوں کی نہیں، انگریزوں کی ہے اور اسلامی انقلاب کی راہ میں سب سے بڑی مخالفت اگر ہو سکتی ہے تو انگریز ہی کی ہو سکتی ہے، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح ان بزرگوں کی نگاہِ دوررس سے معاملہ کا یہ پہلو بالکل ہی اوجھل رہ گیا کہ اسلام و جاہلیت کی کشمکش کا آخری فیصلہ کرنے کیلئے جس حریف سے نمٹنا تھا، اس کے مقابلہ میں اپنی قوت کا اندازہ کرتے اور اپنی کمزوری کو سمجھ کر اسے دور کرنے کی فکر کرتے۔“ [۴]

ہمارے خیال میں جب ہر شخص کو اس حقیقت کا علم تھا کہ ہندستان میں اصل طاقت انگریز تھے سکھ نہیں تو یہ کہنا کہ معاملہ کا یہ پہلو قائدین تحریک کی نگاہِ دوررس سے اوجھل رہ گیا تھا، صحیح معلوم نہیں ہوتا، اس لیے کہ اس طرح انہیں عام آدمی سے بھی زیادہ سادہ لوح بلکہ صحیح تر الفاظ میں کم فہم ماننا پڑے گا،

اصل بات یہ ہے کہ غلطی نزدیکی دور کے بعض مؤرخین کر رہے ہیں جو اس تحریک کو صحیح رنگ میں پیش کرنے سے کتراتے ہیں، ورنہ قائدین کو صحیح صورتِ حال کا علم تھا اور انہوں نے جو کرنا تھا وہ کر کے دکھایا، تاہم مولانا مودودی صاحب کی یہ بات سوفی صد درست ہے کہ قائدین کا ہدف انگریز نہیں تھے۔

جو لوگ اس تحریک کے قائدین کو زبردستی انگریزوں کا دشمن ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، انہوں نے آج تک ان سوالات کا تسلی بخش جواب نہیں دیا ہے:

☆ یہ حضرات انگریزوں کے زیر انتظام علاقوں میں کھلے عام جہاد کی تبلیغ کرتے پھرتے تھے جسے قابض حکام کی تائید حاصل تھی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں انگریز مسلمانوں میں جذبۂ جہاد پیدا کرنے کے لئے اس قدر بے تاب کیوں تھے جبکہ ابھی تک انہوں نے مضبوطی سے قدم نہیں جمائے تھے اور بعد میں منسوخی جہاد کے لیے ایک "نبی" پیدا کر کے اس کی سرپرستی بھی کی؟

☆ قائدین نے اگر سکھوں سے لڑنا تھا اور بقول مولوی حسین احمد دیوبندی انگریزوں نے اس مقصد کے لیے جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید احمد صاحب کی مدد بھی کی۔ (۵) تو انہوں نے سکھوں کے دارالحکومت لاہور پر براہ راست حملہ کرنے کی جائے صوبہ سرحد کا رخ کیوں کیا جہاں مسلمانوں کی حکومت تھی؟

☆ صوبہ سرحد پہنچنے کے بعد انہیں پیچھے سے کمک پہنچتی رہی جسے

انگریزوں کی تائید حاصل تھی نیز وہاں سکھوں سے چند جھڑپوں کے علاوہ سب کی سب لڑائیاں مسلمانوں کے خلاف کیوں لڑی گئیں ؟

☆ چند انگریز پرست اور ہندو نواز افراد کو چھوڑ کر بر صغیر پاک وہند کی عظیم اکثریت نے اس تحریک کی شدید مخالف کیوں تھی ؟

ناقدین کی یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کی شہ پر شروع کی گئی تھی ، مقصد یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو ہندوستان سے باہر بھیج دیا جائے تاکہ پورے ملک پر قبضہ کرنے میں انگریزوں کو کم سے کم مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے ، نیز ہندی مسلمانوں کو سرحدی مسلمانوں اور پنجاب کے سکھوں سے لڑا کر ان دونوں کی قوت پر کاری ضرب لگائی جائے تاکہ پنجاب اور سرحد پر بھی قبضہ کرنے میں دشواری پیش نہ آئے ، تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ انگریز یہ مقصد حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے ، اس کی تصدیق قائدین تحریک بالاکوٹ کے ان بیانات سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے انگریزوں کے زیر سایہ فوج کے لیے ریکروٹ بھرتی کرتے وقت دیئے تھے :

☆ "ایک مرتبہ وہ (مولوی اسماعیل دہلوی) کلکتہ میں سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ فرما رہے تھے ، اثنائے وعظ میں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کہتے ، وہ بھی تو کافر ہیں ، اس کے جواب میں مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لئے ہم پر اپنے مذہب کی رو سے یہ

باہم فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں۔"(۶)

☆ مولوی اسماعیل صاحب نے یہ اعلان دے دیا تھا سرکار انگریزی پر جہاد نہ مذہبی طور پر واجب ہے نہ ہمیں اس سے کچھ مخاصمت ہے۔ (۷)

☆ جب مہیب تحریک پھیلی تو ضلع کے حکام اس سے چوکنا ہوئے اور انہیں خوف معلوم ہوا کہ کہیں ہماری (انگریزی) سلطنت میں تو رخنہ نہ پڑے گا اور موجودہ امن میں تو کسی قسم کا خلل آکے واقع نہ ہوگا، اس نظر سے ضلع کے حکام نے حکامِ اعلیٰ کو لکھا، وہاں سے صاف جواب آگیا، ان سے ہرگز مزاحمت نہ کرو، ان مسلمانوں کو ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے، یہ سکھوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں اور حقیقت میں بات بھی یہی تھی (۸)

☆ سید احمد صاحب نے مولانا (اسماعیل) شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرنے کو ہیں، سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے لفٹیننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری میں امن میں خلل نہ پڑے، ہمیں کچھ سروکار نہیں نہ ہم ایسی تیاری کے مانع ہیں (۹)

☆ ۱۲۳۱ھ تک سید احمد صاحب امیر خان کی ملازمت میں رہے۔ مگر ایک ناموری کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خان کی صلح کرادی اور آپ ہی کے ذریعہ سے جو شہر بعد ازاں دیئے گئے اور جن پر آج تک امیر خان کی لولاد

حکمرانی کرتی ہے، دینے طے پائے تھے لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا، دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا، امیر خان، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب۔

سید احمد صاحب نے امیر خان کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اتارا تھا، آپ نے اسے یقین دلادیا تھا کہ انگریزوں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا بھڑنا اگر تمہارے لئے برا نہیں ہے تو تمہاری اولاد کے لئے سم قاتل کا اثر رکھتا ہے۔ یہ باتیں امیر خان کی سمجھ میں آگئی تھیں اور اب وہ اس بات پر رضامند تھا کہ گزارہ کے لئے کچھ ملک مجھے دے دیا جائے تو میں بآرام بیٹھوں (۱۰)

قائدین تحریک بالاکوٹ کے معتقدین نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ یہ حضرات انگریزوں کے خلاف ہرگز ہرگز نہیں تھے، ان میں سے چند کے تاثرات پیشِ خدمت ہیں:

☆ مولوی محمد اسماعیل دہلوی جو قرآن وحدیث سے باخبر اور اس کے پابند تھے، اپنے ملک ہندستان میں انگریزوں سے (جن کے امن وعہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے (مولوی محمد حسین بٹالوی) ۱۱

☆ نہ انھوں نے سرکار انگریزی سے کبھی جہاد کیا اور نہ ہندستان میں فتویٰ جہاد کا لکھا گورنمنٹ اگر (ان کی) ساری کتابوں کو جمع فرما کر ملاحظہ کرے گی تو کسی کتاب میں ان کتب سے مسئلہ جہاد کا یا بغاوت کا سرکار انگلشیہ سے فساد سکھانے کی کوئی بات نہ پاوے گی (نواب صدیق حسن خان بھوپالی) ۱۲

☆ وہ (مجاہدین) اپنے بال بچوں اور مال واسباب کو گورنمنٹ انگریزی کی

حفاظت میں چھوڑ گئے تھے اور ان کے مذہب میں اپنے بال بچوں کے محافظوں پر حملہ کرنا نہایت ممنوع ہے (سر سید احمد خان) ۱۳

آج اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تحریک بالا کوٹ انگریزوں کے خلاف تھی تو اسے کوئی روک نہیں سکتا لیکن حقیقت وہی ہے جو اس تحریک کے حامیوں نے بیان کی ہے اور جس کی مختصر روداد ہم نے پیش کر دی ہے۔

اس کے بعد ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مخالفین اہل سنت نے انگریزوں سے ٹکر لینے سے گریز کیا، فتویٰ جہاد پر اکابر علماء دیوبند میں سے کسی کے دستخط موجود نہیں تھے، ان کے طرزِ عمل سے انگریزوں کو قدم جمانے میں مدد ملی، پروفیسر محمد ایوب قادری رقم طراز ہیں:

> ۲۲ مئی نمازِ جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلافِ قانون ہے۔'' ۱۴

مولوی مناظر احسن گیلانی نے دار العلوم دیوبند کے بانی اور ان کے رفقاء کے متعلق واضح طور پر لکھا ہے کہ وہ جنگ آزادی شروع کرانے کی کارروائی میں ملوث نہیں تھے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

> ''اتنی بات بہر حال یقینی ہے اور ان ناقابل انکار چشم دید گواہیوں کا کھلا اقتضاء ہے کہ ماجَولیا سے زیادہ اس قسم کی افواہوں کی کوئی قیمت نہیں کہ غدر کے ہنگامے (۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی) کے برپا کرانے میں دوسروں کے ساتھ سیدنا امام الکبیر (مولوی محمد قاسم نانوتوی) اور

آپ کے عملی و دینی رفقاء کے بھی ہاتھ تھے بلکہ واقعہ وہی ہے جو مصنف امام نے لکھا ہے کہ ”مولانا فسادوں سے کوسوں دور تھے“ ۱۵

مولوی محمد عاشق الٰہی میرٹھی نے اپنی تصنیف ”تذکرۃ الرشید“ میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں علمائے دیوبند کے مجموعی کردار کا تذکرہ کیا ہے، یہ کتاب دیوبندی حلقوں میں بہت مقبول اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ ”جناب عبدالرشید ارشد نے لکھا ہے:

> ”میرے کانوں میں مولانا غلام رسول مہر کے بار بار کہے ہوئے یہ الفاظ گونج رہے ہیں کہ ”تذکرۃ الرشید“ بہت عمدہ کتاب ہے، اس کو پڑھ کر بڑا دل خوش ہوتا ہے، میں نے سالک صاحب اور اپنے کئی دوسرے احباب کو یہ کتاب پڑھائی ہے، اس کتاب کو پڑھ کر مولانا رشید احمد گنگوہی کی عظمت دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔“ ۱۶

آیئے دیکھتے ہیں کہ اس کتاب میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں علمائے دیوبند کے کردار کو کس شکل میں پیش کیا گیا ہے، مصنف نے انگریزوں کے خلاف عوامی بغاوت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ”جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی، انہوں نے (ایسٹ انڈیا) کمپنی کے امن وعافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحمدل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا، فوجیں باغی ہوئیں، حاکم کی نافرمان بنیں، قتل وقتال کا بند بازار کھولا اور جوانمردی کے غرہ میں اپنے پیروں پر خود کہاڑیاں ماریں۔“ ۱۷

انگریزوں کی حکومت بحال کرنے اور مجاہدین آزادی کو ٹھکانے لگانے کی خاطر علمائے دیوبند میدان جنگ میں کود پڑے ، مجاہدین کا مردانہ وار مقابلہ کیا، ایسی ہی ایک جھڑپ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولوی محمد عاشق الٰہی میرٹھی رقمطراز ہیں :

> ”ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (محمد قاسم نانوتوی) اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب ونیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا، یہ نبرد آزما جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا، اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے تیار ہو گیا، اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے جمے رہے، گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحبؒ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے“[۱۸]

جنگ کے خاتمہ پر بعض بدخواہوں نے ان مطیع و فرمانبردار ”خدامِ اسلام“ پر بغاوت کا جھوٹا الزام لگایا جس کا ذکر صاحب تذکرۃ الرشید نے ان الفاظ کیا ہے :

☆ جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیوں کی سرکوبی کی تو جن بزدل مفسدوں کو ماسوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں سے اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیر خواہ اپنے آپ کو ظاہر کریں، انہوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات (علماء دیوبند) پر بھی بغاوت کا الزام لگایا۔ ۱۹

☆ شروع ۱۲۷۶ھ نبوی ۱۸۵۹ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد گنگوہی) قدس سرہ پر اپنی (انگریز) سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا اور مفسدوں میں شریک رہنے کی تہمت باندھی گئی۔ ۲۰

”رحمدل گورنمنٹ“ نے باقی تو کسی کو چھیڑنے کی ضرورت محسوس نہ کی البتہ مولوی رشید احمد گنگوہی کو حراست میں لے لیا، مقدمہ چلا، مولوی صاحب نے موقف اختیار کیا کہ :

> ”میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہو گا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے، اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔“ ۲۱

مولوی صاحب پر کوئی الزام ثابت نہ ہو سکا اور وہ باعزت بری کر دیئے گئے عاشق الٰہی میرٹھی نے آخر میں لکھا ہے :

> ”آپ حضرات (اکابر علمائے دیوبند) اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے، تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔“ ۲۲

اس کے بعد دار العلوم دیوبند قائم ہوا جس کی انگریز پرستی پر شک کرنا

اسلام سے رخصتی مصافحہ کرنے کے مترادف ہے، چند شواہد ہدیۂ قارئین ہیں:

☆ دار العلوم دیوبند کے آرگن ماہنامہ القاسم ۱۳۲۸ھ سے دار العلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ کی رپورٹ کا اقتباس:

> "مسلمانوں کو ان کے مذہب میں وفاداری کی تعلیم دی گئی ہے، ادھر گورنمنٹ کے بے حد احسانات اس کو مقتضی ہیں کہ مسلمان جان و دل سے ان کا شکریہ ادا کریں اور ایک ایسے کثیر التعداد مجمع میں جس میں ملک کے اعلیٰ و ادنیٰ طبقات کے مسلمان موجود ہوں، علماء کی جانب سے جن کی تعلیم کو ہر فرد مسلمان مانتا ہے وفاداری و شکر گزاری گورنمنٹ کا اعتراف و اعلان ضروری امر تھا، اول مہتمم صاحب نے اپنی مطبوعہ تقریر میں نہایت خوبی سے سامعین کے ذہن نشین کیا اور پھر اس کی تائید میں مولانا احمد حسن صاحب، مولانا عبد الحق صاحب، مولانا ظہور علی احمد صاحب نے مدلل و پر مغز تقریریں کیں اور باتفاق رائے حضور وائسرائے بہادر اور لفٹیننٹ گورنر بہادر کی خدمت میں تار دیئے گئے۔ ۲۳

☆ ضمیمہ قواعد و مقاصد الانصار دیوبند مطبوعہ ماہنامہ "الہدیٰ" لاہور رجب المرجب ۱۳۲۸ھ: جمعیۃ (الانصار دیوبند) گورنمنٹ انگلشیہ کی (جس کی ظل عاطفت میں ہم نہایت آزادی کے ساتھ مذہبی فرائض ادا کرتے ہیں اور مذہبی تعلیم کی ترقی کے لئے ہر قسم کی کوششیں کر سکتے ہیں) پوری وفادار رہے گی اور انار کسٹانہ کوششوں کے قلع و قمع میں اپنے اثر سے پورا کام لے گی ۲۴

☆ ہز ایکسیلنسی وائسرائے پر حملہ مطبوعہ "القاسم" دیوبند محرم ۱۳۳۱ھ: بدقسمتی سے ہند میں مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ بم بازی بھی ترقی پر ہے، گزشتہ چند دنوں میں متعدد وارداتیں ہوئیں لیکن ان سب سے زیادہ قابل نفرت، امن پسند قلوب کو ہلا دینے والا وہ حادثہ ہے جس میں ہز ایکسیلینسی لارڈ ہارڈنگ جیسے مہربان و رحمدل وائسرائے پر بوقت شاہی داخلہ دہلی ۲۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو (جو تاریخ ہند کے نئے دور کا پہلا دن تھا) کسی غیر معلوم شخص نے بم پھینکا اور ہز ایکسیلنسی وائسرائے سخت زخمی ہوئے، دارالعلوم کے اہل شوریٰ، اساتذہ، موجودہ طلبہ، پرانے طلبہ (جمعیۃ الانصار) اس صدمہ کا اثر محسوس کرتے ہیں، مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم نے دارالعلوم کے تمام دوستوں کی طرف سے اظہار ہمدردی اور غصہ و نفرت کا تار دیا جس کا جواب نہایت شکریہ آمیز الفاظ میں آیا۔

الحمد للہ کہ ہز ایکسیلنسی وائسرائے کی جان پر گزند نہیں آیا اور لیڈی ہارڈنگ محفوظ رہیں اور بفضلہ تعالیٰ حضور وائسرائے کی صحت روز بروز کامیابی کے ساتھ روبہ ترقی ہے، امید ہے کہ عنقریب ہز ایکسیلنسی بذات خود اپنی کونسل کا افتتاح دہلی میں فرماویں گے۔ ۲۵

☆ ۳۱ جنوری ۱۸۷۵ء کو بروز یکشنبہ لفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ (دارالعلوم دیوبند) کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا، اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں:

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے

وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے، جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے، یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار، ممد و معاون سرکار ہے (۲۶)

اس میں شک نہیں کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بعض علماء دیوبند بظاہر کھل کر انگریز کے خلاف میدان جنگ میں کود ے جبکہ کچھ بدستور اپنی سابقہ روش پر قائم رہے لیکن بدقسمتی سے اول الذکر "علماء" کی سرگرمیوں کا فائدہ مشرکین ہند کی نمائندہ جماعت کانگرس اور انگریزوں دونوں کو پہنچتا رہا، مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ نہ صرف ان کی خدمات سے محروم رہی بلکہ یہ حضرات ہندؤوں سے بھی زیادہ اس کی مخالفت کرتے رہے، سچ فرمایا حضرت حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے:

> "قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سر چشمہ ایک ہے اور دونوں اس تحریک کی پیداوار جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔"

اس پر کہا گیا کہ دیوبند کی سیاسی روش تو انگریز دشمنی پر مبنی ہے، دیوبند کی تو یہ رائے نہیں کہ انگریزی حکومت کی اطاعت مذہباً فرض ہے جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں۔

فرمایا "انگریز دشمنی سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ہم اسلام دشمنی اختیار کرلیں، یہ کیا انگریز دشمنی ہے جس سے اسلام کو ضعف پہنچے، ارباب دیوبند کو سمجھنا چاہئے کہ اس دشمنی میں وہ نادانستہ اس راستے پر چل رہے ہیں جو انگریزوں کا تجویز

کردہ ہے، انگریز چاہتے ہیں، مسلمان جغرافی وطنیت کا اصول اختیار کر لیں تاکہ اسلام کی حیثیت ایک عقیدے سے زیادہ نہ رہے اور امت، یعنی بطور ایک سیاسی اجتماعی نظام کے اس کی وحدت ختم ہو جائے، یہ کیسے انگریز دشمنی ہے؟ یہ تو ان کے ہاتھوں میں کھیلنا ہے" ۲۷

اس طبقہ کے جو "علماء" خود ان کے بقول اس وقت بھی انگریز پرست تھے، ان میں سے مولوی اشرف علی تھانوی کے متعلق مولوی عبیداللہ سندھی کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیں:

"مولانا (عبیداللہ) سندھی، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے علم و فضل اور ارشاد و سلوک میں انہیں جو بلند مقام حاصل ہے، اس کے تو قائل تھے لیکن تحریک آزادی ہند کے بارے میں ان کی جو معاندانہ اور انگریزی حکومت کے حق میں مؤیدانہ مستقل روش رہی، اس سے وہ بہت خفا تھے اور جب بھی موقع ملتا، اپنی خفگی کے اظہار میں کبھی تامل نہ کرتے۔" ۲۸

ان کے متضاد رویہ کا ثبوت یہ ہے کہ ایک جانب مولوی محمود حسن نے فتویٰ دیا کہ "اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن انگریز ہے جس سے ترک موالات فرض ہے۔" ۲۹

دوسری طرف اسی دوران انگریز گورنر سر جیمس میسٹن:

"دارالعلوم (دیوبند) میں پہنچے، صدر دروازے پر مہتمم صاحبان اور اراکین مدرسہ نے استقبال کیا، دو گھنٹے تک گورنر صاحب نے دارالعلوم کی تمام عمارتوں کا معائنہ کیا۔

ظاہر ہے کہ صوبے کی سب سے بڑی حاکمانہ شخصیت کی آمد پر دار العلوم کو سجانا ناگزیر تھا، ان کی آمد اور استقبال پر اہتمام کیا گیا، جھنڈیاں بھی لگائی گئیں، کچھ فرش فروش بھی ہوا اور اس جلسے جلوس کے بعد جناب مولانا حافظ محمد احمد صاحب کو گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے ایک ماہ کے بعد شمس العلماء کا خطاب بھی مل گیا، جلسے میں شہری اور معزز حکام، ہندو مسلمان سب ہی تھے، گورنر صاحب کے ایڈریس پر ان بیرونِ مدرسہ کے لوگوں نے خوشی اور احترام میں حسبِ دستور زمانہ تالیاں بجائیں۔ "۳۰

ان دلائل سے یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا یہ ارشاد بالکل درست ہے کہ اس طبقہ کے "علماء" نے صرف کھل کر پاکستان کی مخالفت کی بلکہ یہ انگریزوں کے بھی ہم نوا تھے۔

کانگرسی مولویوں کے معتقدین اگرچہ زور و شور سے یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ تھے لیکن حضرت حکیم اہل سنت مرحوم کی تحقیق یہ ہے کہ:

"اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی کہ جن کے حوالے سے انگریز دوستی کا کوئی حوالہ نہیں ملتا بلکہ انگریزوں کے شدید مخالف نظر آتے ہیں، ان کا سرے سے کوئی تذکرہ ہی نہیں ہے۔ "

بات وہی صحیح ہے جو حکیم اہل سنت نے فرمائی، فاضل بریلوی پر انگریز پرستی کا الزام لگانے والے آج تک کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکے، ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ گاندھوی فلسفہ متحدہ قومیت کو اسلامی تعلیمات کے منافی

قرار دیتے تھے، ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ مسلمان کا مسٹر گاندھی کی قیادت وامامت میں کام کرنا شرعی لحاظ سے ناجائز تھا، دراصل وہ دو قومی نظریہ کے مبلغ تھے جسے مخالفین اہل سنت انگریز کی تخلیق بتایا کرتے تھے، مولوی ابوالکلام آزاد کہا کرتے تھے:

"یہ تخیل کہ ہندوستان میں دو قومیں (مسلمان اور ہندو) آباد ہیں سرکاری دماغوں کا وضع کردہ ہے۔"۳۱

امام اہل سنت مولانا احمد رِضا خان فاضل بریلوی نے زندگی بھر کسی انگریز حاکم سے ملاقات نہیں کی۔ حکامِ وقت دارالعلوم دیوبند کے دورے فرمایا کرتے تھے، انہیں نہ تو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولوی حافظ محمد احمد صاحب کی طرح شمس العلماء کا خطاب ملا اور نہ ہی کوئی جاگیر، ان کے کسی فرزند یا رشتہ دار کو کوئی بڑا حکومتی عہدہ بھی نہیں ملا جس طرح کہ مولوی اشرف علی تھانوی کے بھائی کو ملا تھا، انہوں نے اپنی تحریروں میں کبھی بھی انگریز کی حمایت نہیں کی جبکہ ان کے مخالفین نے کئی بار یہ "کارنامہ" سرانجام دیا، اس کے باوجود اگر کوئی یہ اصرار کرے کہ وہ انگریز کے ایجنٹ تھے تو اسے بروز محشر اس کی جوابدہی کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

اگر کسی کو تفصیلی مطالعہ کا شوق ہو تو وہ اس موضوع پر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تصنیف "گناہ بے گناہی" جو حکیم اہل سنت کی فرمائش پر لکھی گئی تھی، کا مطالعہ کرے، ان شاء اللہ اس کے تمام شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔

تحریک خلافت کے جذباتی دور میں جب قوم پرست رہنماؤں نے مسٹر

گاندھی کو قائد و امام منتخب کر کے ہندو مسلم اتحاد کو تمام مشکلات کا واحد حل قرار دیا اور اس سوچ سے اختلاف کرنے والوں کو بغیر کسی دلیل کے انگریز کے زر خرید غلام منوانے پر اصرار کرنے لگے تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی عزت و شہرت کو داؤ پر لگا کر محض دین اسلام کی حفاظت کی خاطر فتویٰ دیا کہ یہ اقدام مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ایک گھناؤنی سازش ہے، قرآن و سنت کی رو سے کوئی بھی غیر مسلم مسلمانوں کا سچا خیر خواہ نہیں ہو سکتا، مشرکین ہند کو خلافت کی بحالی سے کوئی دلچسپی نہیں، ایک متعصب مشرک رہنما کو تحریک خلافت جیسی خالص اسلامی موومنٹ کا سربراہ مقرر کرنا سراسر ایک غیر شرعی فعل ہے، یہ اسلام کو ہندومت میں ضم کرنے کا ایک خوفناک منصوبہ ہے، مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی تنظیم بنائیں اور ایک مسلمان رہنما کی قیادت میں اپنی قوت کا مظاہرہ کریں اور مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے کمر بستہ ہو جائیں، مصور پاکستان اور بانیِ پاکستان کا موقف بھی یہی تھا اور بعد کے حالات و واقعات نے یہ ثابت کر دکھایا کہ یہ محسنین قوم راہِ راست پر تھے۔

مخالفین کی جانب سے انگریز پرستی کے الزام کا رد کرتے ہوئے فاضل بریلوی مرحوم نے تحریر فرمایا:

☆ للہ انصاف، کیا یہاں اہل حق نے انگریزوں کو خوش کرنے کو معاذاللہ مسلمانوں کا تباہ کرنے والا مسئلہ نکالا، ان اہل باطل نے مشرکین کے خوش کرنے کو صراحۃً کلام اللہ اور احکامِ اللہ کو پاؤں کے نیچے مل ڈالا، مسلمان کو خدا لگتی کہنی چاہیئے، ہندوؤں کی غلامی چھڑانے کو جو فتوے اہل سنت نے دیئے،

کلام الٰہی اور احکام الٰہی بیان کیے، یہ تو ان کے دھرم میں انگریزوں کے خوش کرنے کو ہوئے، وہ جو پیر نیچر کے دور میں نصرانیت کی غلامی اچھی تھی جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈر رونے بیٹھے ہیں، کیا اس کا رد علمائے اہل سنت نے نہ کیا، وہ کس کے خوش کرنے کو تھا کیا، بکثرت رسائل و مسائل اس کے رد میں نہ لکھے گئے حتی کہ اس کے بچے ندوے کے رد میں پچاس سے زائد رسائل شائع کیے جن میں جابجا اس نیم نصرانیت کا بھی رد بلیغ ہے، یہ کس کے خوش کرنے کو تھا۔ ۳۲

☆اللہ تعالیٰ جل جلالہ ورسول کریم ﷺ جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمانِ شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا، صرف اللہ عزوجل کی رِضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا۔ وللہ الحمد، سنئے ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رِضائے خدا ورسول نہ تنبیہ و آگاہی مسلمین کے لئے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اس کا مقصود و مدعا ہو اور ساتھ یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں ان پر جنہوں نے خوشنودیٔ مشرکین کے لئے تباہی اسلام کے مسائل دل سے نکالے، اللہ عزوجل کے کلام واحکام تحریف و تغیر سے کایا پلٹ کر ڈالے، شعائر اسلام بند کیے، شعائر کفر پسند کیے، مشرکوں کو امام وہادی بنایا، ان سے وداد واتحاد منایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں آمین۔ ۳۳

مخالفین اہل سنت کہا کرتے ہیں کہ امام احمد رِضا خان فاضل بریلوی رحمۃ

اللہ علیہ نے انگریز کے اشارے پر متحدہ ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا تھا حالانکہ وہ ایک فقہی مسئلہ تھا، انگریز پرستی سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں تھا، شرعی نقطہ نظر سے جس ملک کو دارالحرب قرار دیا جائے، اسے دشمن سے آزاد کرانے کے لئے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے، یہ ممکن نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کر کے پڑوسی اسلامی ملک میں پناہ لینا ضروری ہو جاتا ہے، دارالحرب قرار دینے کے لئے جو شرائط کتب فقہ میں منقول ہیں، ان میں سے ایک اہم ترین شرط یہ ہے کہ دشمن اعلانیہ مسلمانوں کو اسلامی احکامات پر عمل درآمد کرنے سے روکیں۔

اس وقت ہندوستان کے حالات اس قدر خراب نہیں تھے کہ اسے دار الحرب قرار دیا جا سکتا، سیاسی لحاظ سے بھی ضرورت اس بات کی تھی کہ مسلمان پُر امن جدو جہد کے ذریعے اپنی انفرادیت کو برقرار رکھتے ہوئے آزادی حاصل کرنے کے منازل طے کرتے، جہاد کے لئے جس قوت کی ضرورت ہوتی ہے وہ مفقود تھی، اس کا اقرار خود قوم پرست مولویوں کو بھی تھا اور اسی کے پیش نظر انہوں نے گاندھوی فلسفۂ "عدم تشدد" کو کتاب و سنت سے ثابت کر کے اپنایا تھا۔ ہجرت کرنے سے درپیش مسائل حل ہونے کی قطعاً کوئی توقع نہیں تھی کیونکہ ملک کے اندر رہ کر انگریزوں پر جو دباؤ ڈالا جا سکتا تھا، وہ عدم تشدد کا نظریہ اپنا کر افغانستان میں جا بسنے سے ممکن نہیں تھا، یہ بات بھی کسی سے مخفی نہیں تھی کہ انگریز نے جلد یا بدیر یہاں سے جانا تھا اور آئندہ یہاں جمہوری نظام نافذ ہونا تھا، اس لئے ہندوؤں کے جبر و تشدد سے بچنے اور اسلامی اقدار کو محفوظ رکھنے کا واحد ذریعہ یہی تھا کہ مسلمانوں کے زیادہ سے زیادہ ووٹ ہوں، مسلمان ہجرت کر جاتے

توانگریزوں کے جانے کے بعد پورے کا پورا ملک خود بخود ہندؤوں کے ہاتھ میں آجاتا۔

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت ہندوستان کو دار الحرب قرار دیا تھا، وہ بالکل صحیح تھا لیکن بعد میں حالات یکسر بدل گئے، جس کے باعث ہندوستان، دار الاسلام بن گیا، مولانا مودودی صاحب نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "ہندوستان اس وقت بلاشبہہ دار الحرب تھا جب انگریزی حکومت یہاں اسلامی سلطنت مٹانے کی کوشش کر رہی تھی، اس وقت مسلمانوں کا فرض تھا کہ یا تو اسلامی سلطنت کی حفاظت میں جانیں لڑاتے یا اس میں ناکام ہونے کے بعد یہاں سے ہجرت کر جاتے لیکن جب وہ مغلوب ہو گئے، انگریزی حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں نے اپنے پرسنل لا پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا قبول کر لیا تو اب یہ ملک دار الحرب نہیں رہا، اس لئے کہ یہاں تمام اسلامی قوانین منسوخ نہیں کیے گئے ہیں نہ مسلمانوں کو سب احکام شریعت کے اتباع سے روکا جاتا ہے، نہ ان کو اپنی شخصی اور اپنی اجتماعی زندگی میں شریعت اسلامی کے خلاف عمل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، ایسے ملک کو دار الحرب ٹھہرانا اور ان رخصتوں کو نافذ کرنا جو محض دار الحرب کی مجبوری کو پیش نظر رکھ کر دی گئی ہیں، اصول قانون اسلامی کے قطعاً خلاف ہے اور نہایت خطرناک بھی ہے۔"۴۳

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بدنام کرنے کے لئے دار الاسلام

کے مسئلہ کو محض ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جانے لگا ورنہ مخالفین کے اپنے علماء بھی متحدہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے سے ہچکچاتے تھے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے یہ موقف اختیار کیا کہ انہیں سرے سے یہ علم نہیں کہ ہندوستان دار الحرب بھی ہے یا دارالاسلام۔ ۳۵، مولوی محمود حسن نے خیال ظاہر کیا کہ ہندوستان دارالحرب بھی ہے اور دارالاسلام بھی۔ ۳۶، مولوی محمد انور شاہ نے دارالامان کا فتویٰ دیا۔ (۳۷) جبکہ مولوی عبدالحئ لکھنوی (۳۸) مولوی اشرف علی تھانوی (۳۹) مولوی کرامت علی جونپوری خلیفہ سید احمد بریلوی (۴۰)، نواب محمد صدیق حسن خان بھوپالی (۴۱)، مولوی محمد حسین بٹالوی (۴۲)، میاں نذیر حسین دہلوی (۴۳) اور ڈپٹی نذیر احمد (۴۴) نے امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا تھا۔

دلچسپ صورت حال اس وقت پیدا ہوئی جب تقسیم ہند کے بعد ہندوؤں نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی لیکن مولوی حسین احمد دیوبندی نے بھارت کو دارالاسلام قرار دیا، مولوی صاحب کے اس فتویٰ کے متعلق مولانا مودودی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں لکھا:

> ”آپ نے اپنا پہلا سوال مجھ سے کرنے کے بجائے مولانا حسین احمد صاحب ہی سے کیا ہوتا تو بہتر تھا، آپ ان سے پوچھئے کہ ہندوستان کی موجودہ حکومت میں مسلمان جس درجہ شریک ہیں اور ان کے مذہبی و دینی شعائر کا جیسا کچھ احترام کیا جاتا ہے، اس سے تو بدرجہا زیادہ وہ انگریزی دور میں شریک حکومت تھے اور اس سے بہت زیادہ ان کے

شعائر مذہبی کا احترام انگریزی دور میں ہو رہا تھا، اگر کسی کو اس سے انکار ہو تو وہ انگریزی دور کے مسلم وزراء اور ایگزیکٹو کونسل کے مسلم ممبروں اور فوجی اور سول محکموں کے مسلم ملازموں کی تعداد کا موجودہ بھارتی حکومت کے ہر شعبے میں حصہ پانے والے مسلمانوں کی تعداد سے مقابلہ کر کے ہر وقت اسے قائل کیا جا سکتا ہے، رہا شعائر مذہبی کا احترام تو موجودہ ہندو اقتدار کے دور میں مساجد کی جتنی بے حرمتی ہوئی ہے، اس کا مقابلہ انگریز دور سے کر کے دیکھ لیا جائے، اس دور میں مسلمانوں کی جان و مال اور ان کی عورتوں کی عصمت پر جتنے حملے ہوئے ہیں، ان کا مقابلہ انگریزی دور کے ایسے ہی حملوں سے کر لیا جائے اور اس دور میں مسلمانوں کے پرسنل لاء کا جو حشر ہوا ہے، اس کے مقابلے میں دیکھ لیا جائے کہ ڈیڑھ سو برس کے انگریزی دور میں اس پرسنل لاء کا کیا حال رہا ہے، اب اگر "حضرت شاہ (عبدالعزیز) صاحب کی تعریف کے مطابق "موجودہ بھارت بے شبہہ دار الاسلام ہے" تو انگریزی دور کا ہندوستان کیوں نہ تھا؟" (۴۵)

امام احمدؒ رضا کی انگریز دشمنی کے کئی واقعات تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں مگر ہم بخوف طوالت انہیں قلم زد کرتے ہوئے چند مشہور و معروف غیر جانبدار اہل قلم کے تاثرات پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

☆ تحریک ترک موالات ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے شروع کی، جس کا مقصد حکومت برطانیہ سے عدم اعتماد تھا، اس میں ہندو نواز مسلم اکابرین نے

اپنے ماضی کے تجربات و مشاہدات سے قطع نظر کر کے اہل ہنود کے آگے دوستی اور محبت کا ہاتھ بڑھایا حتی کہ انہیں اپنا قائد اور رہنما تسلیم کر لیا۔

امام احمد رضا کو اس سیاسی طرز عمل سے سخت اختلاف تھا کیونکہ وہ اس کے لئے ہر گز تیار نہ تھے کہ انگریزوں کی غلامی کا طوق اتار کر ہندوؤں کی غلامی قبول کر لیتے اور اقتدار ان کے ہاتھ میں سونپ کر ان کو مسلمانوں کی قسمت کا مالک بنا دیتے، قوم پرست مسلمانوں کو ہندوؤں کے اخلاص نیت پر یقین تھا لیکن امام احمد رضا ان کی نیتوں کو خوب سمجھتے تھے، اس لئے انہوں نے خود کو اس تحریک سے الگ رکھا لیکن اعلیٰ حضرت کے مخالفین نے اس بات کو شہرت دی کہ انہوں نے انگریزوں سے پیسہ کھا کر ترک موالات کے خلاف فتویٰ تحریر کیا جو انگریز کے ایماء سے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا گیا۔ ۴۶

یہ سراسر کذب و افتراء ہے کیونکہ اتنی کثیر تعداد میں فتویٰ کی کاپیاں چھپنے اور تقسیم ہونے کے باوجود مخالفین (اس دور کی) ایک نقل بھی فراہم نہ کر سکے۔ (ڈاکٹر سید مطلوب حسین) ۴۷

☆ "ترک موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی، مجھے فاضل بریلوی سے کوئی دلچسپی نہ تھی، ترک موالاتیوں نے ان کے متعلق مشہور کر رکھا تھا کہ "نعوذباللہ" وہ سرکار کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترک موالات کی مخالفت پر مامور ہیں۔۔۔ دراصل ہر دور میں کسی کو بدنام کرنے کے لئے کوئی چلتا ہوا اصطلاحی لفظ اختیار کر لیا جاتا ہے جس کے تماشے میں اپنی زندگی میں بہت دیکھ چکا ہوں۔۔ اس قسم کی خبریں خواہ ایک فی صد بھی اپنے اندر صداقت نہ رکھتی

ہوں لیکن عام لوگ کسی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ کوئی ثبوت طلب کیے بغیر ایمان لے آتے ہیں، ایسے مواقع کے لئے یہ محاورہ بنا ہے "کوا کان لے اڑا"۔

"تحریک ترک موالات میں جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا، اس لئے ایسی افواہوں کو غلط سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی لیکن جیسے جیسے شعور آتا گیا، مذہبی تعصب اور تنگ دلی کا رنگ ہلکے سے ہلکا ہوتا گیا" (مولانا سید محمد جعفر شاہ پھلواری) ۴۸

☆ یہ بھی کہا جاتا کہ وہ (امام احمد رضا) انگریزوں کے حامی تھے لیکن انگریز سے آپ کو اتنی نفرت تھی کہ اپنے فتویٰ میں انگریز کی کچہری میں جانا حرام قرار دیا اور جب مقدمہ قائم ہوا تو وہ کبھی انگریز کی کچہری میں نہ گیا، اس لئے کہ انگریز کی کچہری میں جانا اس کے نزدیک حکم الٰہی کے قوانین کے خلاف تھا اور جس نے خط لکھا اور لفافے پر ٹکٹ جن پر ملکہ اور انگریز بادشاہ کی تصویر تھی، ہمیشہ الٹا لگایا تاکہ اس کا سر نیچا نظر آئے اور جس نے اپنی وفات سے دو گھنٹے قبل یہ وصیت کی کہ اس کے گھر میں جہاں کاغذ کے انبار ہیں، جتنے ڈاک میں آئے ہوئے وہ خطوط اور لفافے ہیں جس پر ملکہ اور بادشاہ کی تصویر ثبت ہو یا جتنے روپے اور سکے ہوں جن پر ان کی تصویر ہو، وہ سب نکال دیئے جائیں تاکہ فرشتہ ہائے رحمت کو آنے میں دشواری نہ ہو، ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریزوں کے حامی تھے، یہ ایسی بات ہے کہ کوئی منکسر المزاج اس کو قبول نہیں کر سکتا۔ (مولانا کوثر نیازی) (۴۹)

☆ مولانا احمد رضا نہ کبھی انگریزوں کی حکومت سے وابستہ رہے، نہ ان کی حمایت میں کبھی فتویٰ دیا نہ کبھی اس بات کا کسی طور اظہار کیا، کم از کم میری نظر سے

ان کی کوئی ایسی تحریر یا تقریر نہیں گزری، اگر ایسی کوئی بات سامنے آتی تو اس کا ضرور ذکر کرتا، اس لئے کہ نہ میرا ان کے مسلک سے تعلق ہے نہ ان کے خانوادے سے، لہذا شاہ احمد رضا خان کو علماء سوء کے زمرے میں شامل کرنا سراسر بہتان اور تہمت ہے۔ (ادیب و نقاد جناب شوکت صدیقی)۔ ۵۰

ان دلائل سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ خوفِ خدا سے بے نیاز جن لوگوں نے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بدنام کرنے کی مہم میں حصہ لیا تھا اور اب بھی لے رہے ہیں، وہ یقیناً غلطی پر تھے اور ہیں اور حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تجزیہ بالکل درست ہے۔

قیام پاکستان کے بعد وہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا جو یہاں کے مسلمانوں نے دیکھا تھا، فوائد مخالفین تحریک پاکستان نے حاصل کئے اور جدوجہد کرنے والے محروم رہے، قبلہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

> "ان سب قربانیوں کے بعد جب میں دیکھتا ہوں، اس ۱۴ اگست کو یوم آزادی کی صبح میں اپنے دروازے پر کھڑا ہوا اپنی تسبیح گھمارہا تھا، میں سوچ رہا تھا کہ یہاں (لاہور) سے پندرہ میل سرحد ہے اور وہاں سے ۱۰ میل دور ہمارا وطن امرتسر ہے، آج ہم اپنے وطن نہیں جا سکتے، اسے دیکھ نہیں سکتے، اپنے بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ نہیں پڑھ سکتے، آخر کیوں؟ اس لئے کہ ہم ایک ملک اسلام کے لیے بنانا چاہتے تھے مگر آج میں دیکھتا ہوں کہ یہ توزناخانہ بنا ہوا ہے، میری آنکھوں

سے آنسو جاری ہو گئے، آپ چھوٹے ہیں آپ کو نہیں معلوم، باتیں کرنا بڑی آسان ہیں، آپ لوگوں کو اندازہ نہیں کہ لوگ کیا کچھ قربان کر کے پاکستان آئے، اس شیخ صادق حسن جو کہ امرتسر کے بہت بڑے امیر کبیر مسلمان رہنما تھے، وہ تقسیم ملک سے پہلے کروڑ پتی تھا، مشرقی پنجاب کا ایک ہی مسلمان تھا جس کی چار ملیں تھیں، آج آپ ان کی اولاد کو پاکستان میں تلاش کر کے بتائیں، ان کا سب کچھ پاکستان کے لیے قربان ہو گیا، آپ کے کراچی کے نصر اللہ خان ہیں، ان سے جا کر پوچھیں، وہ آپ کو بتائیں گے کہ شیخ صادق حسن کیا ہے، ایسا لگتا ہے کہ پاکستان دشمنوں کے لئے بنا ہے، اس کے بنانے والوں کی اولادوں کا بھی پتہ نہیں چلتا۔"۵۱

ایسا کیوں ہوا؟ یہ بھی حکیم صاحب ہی کی زبانی سنئے :

"میں سمجھتا ہوں، اس صورت حال کے اصل ذمہ دار یہاں کے حکمران ہیں، آپ دیکھیں کہ ہندوستان میں ایک کانگرسی مرتا ہے تو اس سے اچھا کانگریسی پیدا ہو جاتا ہے، جب پاکستان بنتا نظر آیا تو انگریزوں کے مراعات یافتگان خان بہادر، سرداروں نے راتوں رات مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی، ان لوگوں نے پاکستان کے لئے قربانی نہیں دی، جب ملک بن گیا تو اس کے منصبوں پر فائز ہو گئے اور آج تک قبضہ جمائے ہوئے ہیں، میاں ممتاز احمد خان دولتانہ ایسے لوگوں نے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت اپنے سیاسی مقاصد

کے لئے چلوائی، بعد میں (تحریک پاکستان کے ممتاز راہنما) مولانا ابوالحسنات قادری صاحب وغیرہ کو دھوکا دے کر خود الگ ہو گئے"۔ ۵۲

ان مراعات یافتہ لوگوں کے وسیلہ سے ہندوؤں اور انگریزوں کے منظور نظر مذہبی راہنماؤں کے عقیدت مند بھی کلیدی عہدوں پر قابض ہو گئے:

حکیم اہل سنت نے فرمایا:

کہ پاکستان میں اس وقت اہل سنت کا ایمان خطرے میں ہے، اس کی نشاندہی پاکستان بننے کے فوراً بعد تحریک پاکستان کے راہنما محدث اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولانا عبدالستار خان نیازی سے گفتگو کرتے ہوئے کردی تھی، واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے حضرت حکیم صاحب نے بتایا کہ حضرت محدث کچھوچھوی کے ایک مرید خاصؒ چودھری خورشید عالم اشرفی امرتسری تھے، پاکستان بننے سے پہلے حضرت محدث کچھوچھوی جب امرتسر تشریف لاتے تو انہی کے ہاں قیام کرتے تھے، پاکستان بننے کے بعد چوہدری خورشید عالم چشتیہ ہائی سکول میں ٹیچر تھے، انہوں نے خود مجھے بتایا کہ ان کے ہاں حضرت محدث کچھوچھوی قیام فرما تھے، ان سے مولانا نیازی ملنے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت محدث کچھوچھوی نے باوجود اس کے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے روح رواں تھے، قائد اعظم کے دست راست اور تحریک پاکستان کے زبردست حامی ہیں، پاکستان کی مذہبی صورت حال دیکھ کر انہوں نے مولانا نیازی سے فرمایا کہ اس وقت انڈیا میں ہمیں جان کا خطرہ ہے مگر ایمان محفوظ

ہے ، پاکستان میں اہل سنت کے دشمن اوپر آگئے ہیں اور یہ بت پاکستان پر مسلط ہو گئے ہیں ، اس لئے یہاں پر سنیوں کو ایمان کا خطرہ ہے ، حضرت حکیم صاحب نے بتایا کہ محدث صاحب نے مولانا نیازی سے فرمایا کہ نیازی صاحب ، ان سنی دشمن لوگوں کے بت توڑ دو ورنہ تم خود پاش پاش ہو جاؤ گے۔ ۵۳

اہل سنت کے رہنماؤں نے اس تنبیہ کا یا تو سنجیدگی سے نوٹس نہیں لیا یا پھر نا موافق حالات کے باعث وہ سنبھل نہ سکے ، قیام پاکستان کے بعد ان کی اپنی کوئی تنظیم نہیں تھی ، آل انڈیا سنی کانفرنس کا خاتمہ ہو چکا تھا ، سنی علماء و مشائخ میں سے کچھ تو مسلم لیگ میں شامل تھے اور بعض جمعیت علماء اسلام میں ، حضرت غزالئ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کوششوں سے ۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کا قیام عمل میں آیا جس نے ۱۹۷۰ء میں پہلی بار انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کیا ، مغربی پاکستان میں یہ جماعت ووٹ حاصل کرنے کے لحاظ سے پیپلز پارٹی کے بعد دوسرے نمبر پر آئی لیکن بعد میں ہر حاکم وقت نے اسے کچلنے کی ہر ممکن کوشش کی ، اب بھی اگرچہ صوبہ پنجاب اور سندھ میں اس کا ووٹ بنک موجود ہے لیکن کئی دھڑوں میں تقسیم ہونے کی وجہ سے اس کے برسر اقتدار آنے کے امکانات دور دور تک نظر نہیں آتے ، المختصر یہ کہ نہ تو حکمرانوں نے سنیوں کو ایک پلیٹ فارم جمع ہونے دیا اور نہ سنی اکابرین کو یہ احساس ہے کہ ان کی مشکلات کا واحد حل ان کے باہمی اتحاد و اتفاق میں ہے نہ کہ بکھرے رہنے میں۔

سنیوں کی اس ناگفتہ بہ حالت کے پیش نظر حضرت حکیم اہل سنت رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدائی قدم کے طور پر امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جلیل القدر خدمات کو منظر عام پر لانے کا فیصلہ کیا، مرکزی مجلس رضا لاہور قائم کی اور ۱۹۶۸ء میں پہلا یوم رضا کا جلسہ لاہور میں منعقد کیا، اس وقت کی صورت حال کا تذکرہ کرتے ہوئے حکیم صاحب مرحوم نے فرمایا:

"اس پہلے جلسہ کے موقع پر مقررین کے پاس اعلیٰ حضرت کے بارے میں کہنے کے لئے مواد کی کمی تھی، مولانا عبد الستار نیازی صاحب کو میں نے اعلیٰ حضرت کی کتاب "حرمت سجدہ تعظیمی" اور مقال العرفاء" پڑھنے کے لئے دیں، اعلیٰ حضرت کے علمی حوالے سے مجھے علی گڑھ کے مولانا مقتدا خان شیروانی سے خاصی مدد ملی، انہوں نے میری رہنمائی اعلیٰ حضرت سے کسی تعلق کی بنا پر نہیں کی وہ تو سر سید احمد خان کے ساتھیوں میں سے تھے، انہوں نے بڑی عمر پائی، میری ان سے پہلے سے خط و کتابت تھی، غالباً پروفیسر ایوب قادری نے ان سے مجھے متعارف کروایا تھا، چنانچہ مولانا شیروانی نے مجھے اعلیٰ حضرت کی کتاب "المحجة المؤتمنة" بھیج دی، یہ کتاب ہمارے لئے بڑی مفید ثابت ہوئی، اس وقت پورے پاکستان میں یہ کتاب نہیں تھی، اس کے بعد مولانا شیروانی نے مولانا سلیمان اشرف صاحب کی کتاب "النور" بھیج دی، وہ بھی اس طرح کہ آدھی ایک بار اور آدھی دوسری بار، تو ہم نے ان دو کتابوں میں سے اعلیٰ حضرت کے دو قومی نظریئے کے بارے میں نظریات کو پیش کیا، اس طرح پہلی

مرتبہ مرکزی مجلس رِضا اعلیٰ حضرت کی تحریروں سے ان کے دو قومی نظریئے سے اتفاق کو منظر عام پر لائی، مولانا مقتدا خان چونکہ کانگریس کے مخالف تھے لہذا انہوں نے کانگریس دشمنی میں ہماری یہ مدد کی، ”المحجة المؤتمنة“ اعلیٰ حضرت کے آخری دور کی تصنیف ہے، ہم نے اس کتاب کی نقلیں یہاں علمی حلقوں میں پڑھوائیں اور کتابچہ شائع کیا“۔ ۵۴

حکیم صاحب نے مزید فرمایا:

میرے وہ دوست جو پکے دیوبندی تھے، انہوں نے مجھ سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور وہ لوگ جو تھے تو سُنّی بریلوی مگر انداز گول مول تھا، ان کو پکا بریلوی بننا پڑا۔ مثلاً مولانا عبدالستار خان نیازی مجلس (رِضا) کے کام کے بعد پکے سنی بن گئے، ہمارے دوست مرحوم پروفیسر ایوب قادری جو کہ تھے تو ہمارے ہی مگر ان پر دیوبندیوں نے قبضہ کر رکھا تھا، ان سے بھی ہم نے بہت لکھوایا، ایک دوبار یوم رِضا کے موقع پر لاہور میں تھے تو جلسہ میں بھی آکر بیٹھے۔ ہم ”انوار رِضا“ کے لیئے مختلف اہل قلم سے رابطہ کر کے اعلیٰ حضرت پر مقالات لکھوا کر چھاپتے تھے، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب بھی اس طرح ہمارے رابطہ میں آئے، مسعود صاحب سے میرا رابطہ پروفیسر ایوب قادری نے کرایا تھا، ان کے ذریعے مسعود صاحب کی ایک کتاب جو کہ شاہ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر تھی مجھ تک پہنچی۔

"انوار رضا" کے لئے جب مسعود صاحب سے خط و کتابت ہوئی تو انہوں نے "اعلیٰ حضرت اور تحریک ترک موالات" کے عنوان سے مقالہ لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا، ہم نے کہا آپ لکھیں، جب ان کا مسودہ مجھے ملا تو میں نے دیکھا کہ بہت ہی عمدہ تحریر تھی، ایسی اردو لکھنے والے ہمارے ہاں کم ہوں گے، ہم نے چھاپا اور یہ کتاب بار بار چھپی اور اس کا خاصا اثر ہوا۔ ۵۵

۱۹۶۸ء کے پہلے یوم رضا کے جلسہ میں حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مقالہ "مولانا شاہ احمد رضا خان اور ان کے رفقاء کی سیاسی بصیرت" کے عنوان سے پیش کیا تھا جس میں انہوں نے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے چند ساتھیوں کی سیاسی خدمات کا اجمالی تذکرہ کیا ہے اور محققین کو دعوت دی ہے کہ وہ اس موضوع پر قلم اٹھائیں کیونکہ اس جانب ابھی تک بہت کم توجہ دی گئی ہے اور کام کرنے والوں کے لئے اس میدان میں جوہر دکھانے کے کئی مواقع موجود ہیں۔

حکیم صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

> "برعظیم میں تحریک آزادی کی تاریخ اور مسلمانان پاک و ہند کی تہذیبی و ثقافتی تاریخ میں دلچسپی لینے والے فضلاء اور طلبہ کے لئے اس گوشے میں ایک اہم خزانہ ابھی تک محفوظ ہے جسے تا حال منظر عام پر لانے کی طرف کماحقہ توجہ نہیں کی گئی"۔ ۵۶

(مقالہ کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر اسے آخر میں شائع کیا جا رہا ہے)

اس مقالہ میں حکیم صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ایک خلیفہ مولانا سید سلیمان اشرف کی تالیف "النور" سے ایک اقتباس درج کیا ہے جس میں ہندوؤں کی روایتی مسلم دشمنی اور گائے کی قربانی کے مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس اقتباس میں ہندوؤں کی جانب سے علماء کرام کی خدمت مین جو استفتا بھیجا گیا تھا، اس کی یہ عبارت بھی شامل ہے:

"موقع بقر عید پر گائے کی قربانی جبکہ موجب فتنہ و فساد ہے اور امن عامہ میں اس کی وجہ سے خلل آتا ہے، اگر مسلمان گائے کی قربانی موقوف کردیں تو کیا مضائقہ ہے؟" ۵۷

استفتاء کے ان نرم الفاظ کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہندو ذبیحہ گاؤ کے سلسلہ میں کسی قسم کی کوئی رعایت دینے پر آمادہ تھے، اس سلسلہ مین ہندو راہنماؤں کے چند بیانات ملاحظہ فرمائیں:

☆ ہم ہندوستان کو آزاد کرانے میں صرف اسی کی مدد کریں گے جو گئو رکھشا کے انتظام کی ذمہ داری لے، ہندو سکھ اس امر کا عہد کریں کہ وہ صرف اسی کو ووٹ دیں گے جو گئو رکھشا کو سب سے اول رو کے گا۔ (مہاشے خورسند ایڈیٹر ملاپ لاہور) ۵۸

☆ جب قانون سازی کی قوت ہمارے ہاتھ میں آئے گی تو ہم فوراً یہ طے کردیں گے کہ ہندوستان کے اندر گائے کی قربانی نہ ہو۔ (پنڈت سیتادیو) (۵۹)

☆ گائے کی حفاظت دنیا کے لئے ہندوازم کا تحفہ ہے اور ہندوازم اس وقت تک زندہ رہے گا جب تک گائے کی حفاظت کرنے والے ہندو موجود رہیں

گے اور اس کی حفاظت کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس کے لئے جان قربان کر دی جائے۔ (مسٹر گاندھی) ۶۰

قوم پرست مولوی ہندوؤں کی چال کو نہ سمجھ سکے اور محض ہندو مسلم اتحاد برقرار رکھنے کی خاطر مسلمانوں کو یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کرنے لگے کہ:

"ہندو بھائی گائے کی مذہبی حیثیت سے عزت کرتے ہیں، اس لئے قدرتاً ان کو گاؤ کشی سے تکلیف ہوتی ہے اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ مسلمان اس کو ترک کر دیں۔۔۔۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کی شریعت نے ہمیں اس کے کھانے پر مجبور نہیں کیا ہے اور یہ نہیں بتلایا کہ گاؤ نہ کھانے سے ہم مسلمان نہیں رہیں گے اوز جب ایسا ہے کہ گائے کا گوشت کھانا ہمارے لئے جائز اور ہماری مرضی پر منحصر ہے تو پھر اگر گائے کے گوشت کے بجائے دوسرا گوشت استعمال کریں تو ہمارے لئے کوئی مذہبی ممانعت نہیں ہے۔ (مولوی محمد صادق) ۶۱

☆ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ مساجد کے سامنے ہندوؤں کا باجہ بجانا مسلمانوں کے مذہبی حقوق میں کس طرح دخل اندازی کا موجب ہو سکتا ہے نیز یہ بھی کہ اگر مسلمان ہندوؤں کے جذبات کی خاطر گائے کی قربانی بند کر دیں تو ان کا یہ طرز عمل اسلام کو کیا نقصان پہنچائے گا۔ (مولوی عبد السلام) ۶۲

☆ ہندوستان کے مسلمان گائے کے بجائے بھیڑ بکری کی قربانی کیا کریں (قرارداد جمعیۃ العلماء ہند) ۶۳

امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ان کے ہم مسلک علماء و مشائخ ہندوؤں

اور ہندو نواز علماء کے اس مؤقف سے متفق نہیں تھے، ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ :

☆ انصاف کا فیصلہ یہی ہے کہ اپنے معتقدات کی رعایت خود صاحب عقیدہ کو چاہیے۔ دوسرے مذاہب سے اپنے معتقدات و خواہشات کا مطالبہ اس حد تک کیجئے جہاں تک دوسرے اہل مذہب کے دین اور معاشرت میں خلل اور تکلیف نہ واقع ہو، اس سے زیادہ طلب کرنا ہٹ دھرمی اور زبردستی ہے۔ (مولانا محمد سلیمان اشرف) ۶۴

☆ مستحب جب نہ صرف مٹایا جارہا ہو بلکہ اسے حرام قرار دیا جارہا ہو تو اس کا تحفظ ضروری ہو جاتا ہے، ایسے عالم میں مستحب، مستحب نہیں رہتا بلکہ واجب ہو جاتا ہے۔ (مولانا ابوالبرکات سید احمد) ۶۵

☆ ہمارے مذہب کی رو سے شعائر اللہ کو دنیاوی وجاہت یا نفع کے عوض میں بیع کر دینا ہرگز جائز نہیں، قرآن پاک میں اس کی جا جا تہدید آئی ہے اور ایسا کرنے والوں کے لئے نہایت سخت وعیدیں مذکور ہیں، ایسی حالت میں یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ گائے کی قربانی سے جو بفحوائے والبدن جعلنٰها من شعائر اللہ، ہمارا مذہبی حق ہونے کے علاوہ شعائر دین سے ہے، ہم اس بناء پر دست بردار نہیں ہو سکتے کہ اس کے عوض میں ہنود ہم سے خوش ہو کر ہمارے بہت سے سیاسی مطالبات کو تسلیم کر لیں گے یا کسی خاص مسئلہ میں ہمارا ساتھ دیں گے۔ (مکتوب مولانا عبدالقدیر بدایونی بنام مسٹر گاندھی) ۶۶

☆ یہ خیال کہ محض ہنود کی خوشی حاصل کرنے کے لئے اس (گائے) کی قربانی کا ترک مقصود ہے اور کسی کی خوشی حاصل کرنا تو کوئی جرم نہیں، تو اول تو

حق تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلے میں کسی کی رِضا کی طلب خود ہی حرام ہے، دوسرے وہ محض انتخابات سے کہ آپ ذبیحہ گاؤ کو ترک کردیں، پوری طرح خوش بھی نہیں ہو سکتے کہ حقیقت میں ان کو صرف گائے کی قربانی کا ترک مطلوب نہیں بلکہ ایک بہت بڑی مہتم بالشان قربانی مطلوب ہے یعنی ''ایمان'' کی قربانی، بقولہ تعالیٰ ﴿ ودوا لو تکفرون ﴾ یعنی ان کی خوشی تو اس میں ہے کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔ (مفتی اعظم ہند حضرت شاہ مظہر اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۶۷

☆ فی الواقع گاؤ کشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں متعدد جگہ موجود ہے، اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی مضرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بد خواہ ہو۔ (امام احمد رِضا فاضل بریلوی قدس سرہ) ۶۸

یہاں اس بات کا تذکرہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذبیحہ گاؤ کے متعلق یہ سب حوالے مولانا زین الدین ڈیروی فاضل انوار العلوم ملتان کے مقالہ ''تحریک انسداد گاؤ کشی اور امام احمد رِضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' سے ماخوذ ہیں جو حکیم اہل سنت کے ایماء پر لکھا گیا تھا اور ان ہی کے حکم پر ماہنامہ ''القول السدید'' لاہور دسمبر ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا تھا، ۳۷ صفحات کا یہ مقالہ اگر کتابی شکل میں شائع ہو جائے تو اس سے کئی شکوک و شبہات کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

حکیم اہل سنت نے اپنے مقالہ میں تحریک خلافت و ترک موالات کے دوران مسٹر گاندھی کی نقاب پوش سیاست، قوم پرست مولویوں کے غیر ذمہ دارانہ اقدامات کے باعث دین اسلام کو پہنچنے والے نقصانات اور اس سلسلہ میں

فاضل بریلوی اور ان کے رفقاء کے موقف کا اجمالی تذکرہ کیا ہے، چند اقتباسات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں :

☆بیسویں صدی کے آغاز تک، بر عظیم پاک و ہند کے مطلع سیاست پر ہندو لیڈروں کا اثر و رسوخ آفتاب درخشاں بن کر چمک رہا تھا، گاندھی کی نقاب پوش سیاست نے ہندو مسلم اتحاد کے پردے میں مسلمانوں کو سیاسی، دینی اور تہذیبی اعتبار سے قلاش کر کے رکھ دینے کے جو منصوبے تیار کئے تھے، بہت کم زعماء ان کے مضمرات سے بر وقت آگاہ ہو سکے تھے تاہم علمائے دین کے بعض حلقوں میں اس پر شدید اضطراب محسوس کیا جانے لگا، اگرچہ دوسری طرف بھی علماہی کی ایک کثیر تعداد تھی جو اپنے مدارس و مکاتب اور تبلیغی اداروں کی تمام تر قوتوں سمیت ہندو لیڈروں کی دعوت پر لبیک کہہ رہی تھی اور ہندو مسلم اتحاد کی لَے میں اپنے دینی و ملی شعائر کے معاملہ میں بھی کمزوری دکھائی جارہی تھی مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ علماء ہی کی صفوں میں ایسے مردانِ حق موجود تھے جنہوں نے اس طاغوت کے سر پر ضرب کاری لگائی، اس سلسلے میں علمائے بریلی، حضرت مولانا احمد رِضا خان قدس سرہ العزیز اور ان کے بعض رفقاء مثلاً مولانا سید سلیمان اشرف اور مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی خدمات بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔ ٦٩

☆حضرت مولانا احمد رِضا خان قدس سرہ نے اس زمانے میں اپنی معرکۃ الآراء کتاب " المحجۃ المؤتمنۃ " تالیف فرمائی تھی، اس کا حسب ذیل اقتباس یہ ظاہر کرے گا کہ بعض مسلمان زعماء ہندو مسلم اتحاد کے پردے میں در اصل

ہندو تہذیب کی غلامی کے راستے پر گامزن ہو چکے تھے۔

"جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری، پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خودداری؟ وہ تمہیں ملیچھ جانیں، بھنگی مانیں، تمہارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے، گندی ہو جائے، سودا بیچیں تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں، پیسے لیں تو دور سے یا پنکھا وغیرہ پیش کر کے اس پر رکھوالیں، حالانکہ بحکم قرآن خود وہی نجس ہیں اور تم ان نجسوں کو مقدس مطہر بیت اللہ میں لے جاؤ جو تمہارے ماتھا رکھنے کی جگہ ہے۔ وہاں ان کے گندے پاؤں رکھواؤ مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا، محبت مشرکین نے اندھا، بہرا کر دیا۔ ان باتوں کا ان سے کیا کہنا جن پر "حبك الشئ يعمي و يصم" کا رنگ بھر گیا۔ سب جانے دو، خدا کو منہ دکھانا ہے یا ہمیشہ مشرکین ہی کی چھاؤں میں رہنا ہے، جواز تھا تو یوں کہ کوئی کافر۔۔۔ مثلاً اسلام لانے یا اسلامی تبلیغ سننے یا اسلامی حکم لینے کے لئے مسجد میں آئے یا اس کی اجازت تھی کہ خود سر مشرکوں، نجس بت پرستوں کو مسلمانوں کا واعظ بنا کر مسجد میں لے جاؤ؟ اسے مسندِ مصطفیٰ ﷺ پر بٹھاؤ؟ مسلمانوں کو نیچے کھڑا کر کے اس کا وعظ سناؤ، کیا اس کے جواز کی کوئی حدیث یا کوئی فقہی روایت تمہیں مل سکتی ہے؟ حاشا ثم حاشا للہ انصاف! کیا یہ اللہ و رسول سے آگے بڑھنا، شرع مطہر پر افتراء گڑھنا، احکام الٰہی دانستہ بدلنا، سؤر کو بکری بتا کر نگلنا نہ ہو گا؟ ۰ ۷

☆ فاضل بریلوی کے بیان فرمودہ حقائق کی ایک جھلک میرے بہت سے بزرگوں اور دوستوں نے اس وقت دیکھی جبکہ گروہ علماء نے مسٹر گاندھی کو جامع مسجد شیخ خیر الدین امرتسر میں لا کر منبر رسول پر بٹھایا اور خود اس کے

قدموں میں بیٹھے اور یہ دعا کی گئی کہ "اے اللہ! تو گاندھی کے ذریعے اسلام کی مدد فرما"۔ (معاذاللہ)

بات یہاں تک ہی نہیں رہی تھی، اس وقت کے ایک جید عالم نے یہ کہہ دیا؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت
رفتی و نثار بت پرستے کردی

ایک بہت بڑے لیڈر نے یہ گوہر افشانی فرمائی کہ

"زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا کو راضی کرو گے۔"

بھائیو! خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو، اگر ہم اس رسی کو مضبوط پکڑ لیں گے تو چاہے دین ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے مگر دنیا ہمیں ضرور ملے گی"۔

ایک جلسہ میں یہ کہا گیا:

"اے اللہ! ہم سے ایک نیک کام ہو گیا ہے کہ میں اور مہاتما گاندھی یقینی بھائی ہو گئے ہیں۔" (النور ۲۲۶۔۲۲۷)

اس خوفناک سازش کے خلاف سب سے پہلے جس نے صدائے احتجاج بلند کی وہ فاضل بریلوی کی ذات گرامی اور ان کے خلفاء تھے۔ مسٹر گاندھی نے علماء پر جو فسوں کر دیا تھا، حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کو اس کے قلق کا اندازہ صرف اس واقعے سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی وفات حسرت آیات کے وقت جو وصایا ارشاد فرمائے، ان میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ گاندھی کے

پیروکاروں سے بچو، یہ سب بھیڑیئے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے اپنے ایمان کو بچاؤ۔ ۷۱

☆ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ العزیز، حضرت مولانا احمد رِضا خان نور اللہ مرقدہ کے ارشد خلفاء میں سے تھے، انہوں نے بھی ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ ”حالات حاضرہ“ کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر فرمایا تھا جس میں ترکوں کی سلطنت کے مبتلائے مشکلات ہونے اور اس کے ساتھ بر عظیم کے مسلمانوں میں درد و کرب کی ایک لہر پیدا ہو جانے کو پس منظر میں رکھتے ہوئے ایک دردمند اور بالغ نظر مبصر کی طرح حالات کا جائزہ لیا ہے اور مسلمان لیڈروں کو ان کی غلط روش پر متنبہ کیا ہے۔ ۷۲

اب حکیم اہل سنت کی تحریر سے ماخوذ درج بالا اقتباسات کی مختصر تشریح و توضیح ملاحظہ فرمائیں:

تحریک خلافت کے دوران مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا، وہ واحد ہندو لیڈر تھا جس نے علی الاعلان مسئلہ خلافت سے کمال درجہ عقیدت اور دلی وابستگی کا اظہار کیا، ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا اور اپنے ہم مذہبوں کو بھی یہی رویہ اپنانے کی پر زور تلقین کی لیکن یہ تصویر کا ایک رخ تھا، اس کے اصل عزائم کچھ اور تھے، درحقیقت وہ تمام مذاہب پر اسلام کی برتری کے نظریئے کو ذہنوں سے محو کرنے مسلمانوں کی انفرادیت ختم کرنے اور ان کی مدد سے ایک ہندو ریاست قائم کرنے کا خواہشمند تھا، اگرچہ یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا لیکن مسلمانوں میں

افتراق وانتشار پیدا کرنے اور کئی مسلم رہنماؤں کو اپنا ہم نوا بنانے میں کامیاب ہوا۔

ہندو اپنی روایتی تنگ نظری اور اسلام دشمن سوچ کی وجہ سے تحریک خلافت کے ساتھ ہمدردی دکھانے کے لئے آمادہ نظر نہیں آرہے تھے جبکہ مسٹر گاندھی کی دوربین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ مسلمانوں کو اسلامی افکار و نظریات سے برگشتہ کرنے اور انہیں گاندھوی فلسفہ کو برحق ماننے کے لیے راغب کرنے کا یہ بہترین موقع تھا جسے وہ کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے ہندوؤں کی توجہ اس جانب مبذول کرانے کی خاطر تحریک ترک موالات شروع کرنے کا اعلان کر دیا، مسٹر گاندھی نے اپنے ہم مذہبوں کو یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کی کہ تحریک خلافت کی غیر مشروط حمایت ہی گئورکھشا اور تحریک ترک موالات کا مقصد ایک سال میں سوراج حاصل کرنا ہے، در پردہ ہندوؤں کو یہ اطمینان دلایا گیا کہ مسئلہ خلافت کی حمایت محض زبانی جمع خرچ تک محدود ہو گی، اصل مقصد تو مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرنا اور انہیں قربانی کا بکرا بنا کر ہندو راج قائم کرنے کی راہ ہموار کرنی ہے اور ساتھ ہی وسیع پیمانے پر یہ پروپیگنڈہ بھی کیا گیا کہ تمام ہندوستانی باشندوں کا یک جان و دو قالب بن کر انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا تمام مذاہب کے نزدیک فرض عین ہے اور جو بھی مسلمانوں کو علیحدہ قوم بتا کر اس اتحاد میں روڑے اٹکانے کی جسارت کرے وہ انگریز کا پٹھو اور ایجنٹ ہو گا۔ اس طرح اس بے جوڑ، غیر فطری اور غیر شرعی اتحاد کے بل بوتے پر مسٹر گاندھی قوم پرست مسلمانوں اور ہندوؤں کی متفقہ رائے سے ایک اسلامی تحریک، تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات دونوں کا صدر منتخب ہوا۔

مولوی حسین احمد دیوبندی کے صاحبزادے مولوی محمد اسعد کے بیان کے مطابق مسٹر گاندھی کو قائد و امام بنانے کی تجویز مولوی محمود حسن نے پیش کی تھی۔ ۷۳

منتخب قائد چونکہ اس وقت بالکل غیر معروف تھا، اس لئے قومی سطح پر اسے متعارف اور "مہاتما" کے عہدہ پر فائز کرانے نیز مسلمانوں کے دلوں میں اس کی عظمت بٹھانے کی خاطر ملک گیر دوروں اور کثیر رقم کی ضرورت تھی، اس مقصد کے لئے خلافت کے سرمایہ کا بے دریغ استعمال کیا گیا حتیٰ کہ کانگریس کی نشوونما کے لئے ایک کروڑ روپیہ جمع کرنے کا فیصلہ ہوا تو اس مقصد کے لئے مسٹر گاندھی کے دوروں کے مصارف بھی مجلس خلافت نے ادا کئے۔ (۷۴)، اس دوران یہ قائد اگرچہ علی الاعلان کہتا پھرتا تھا کہ "مورتی پوجا پر میرا ایمان ہے" (۷۵) لیکن خلافتی مولویوں کا اصرار تھا کہ:

☆ گاندھی جی توحید کی حد تک تو مسلمان تھے اور خدائے واحد ہی کو خالق، کارساز اور حکمران سمجھتے تھے، اصل اشتباہ و مغالطہ انہیں مسئلہ وحی میں رہا۔ ۷۶

☆ مسٹر گاندی نے قرآن پاک بڑی احتیاط کے ساتھ پڑھا ہے، مجھے یقین ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت کا قائل ہو چکا ہے لیکن اس کے دل کا غرور اسے یہ اعلان کرنے سے روکے ہوئے ہے۔ ۷۷

☆ مہاتما گاندھی سچے خدا کی پرستش کرتے اور حق پر جان دیتے ہیں۔ ۷۸

کانگریس کے حامی "علماء" نے ہندو مسلم اتحاد (۷۹) اور ہندو نہیں بلکہ

صرف انگریزوں سے ترک موالات کے فتوے دیئے۔ (۸۰)، مؤخر الذکر فتوے میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ایسے تعلیمی اداروں کا بائیکاٹ کریں جو گورنمنٹ سے امداد لیتے ہوں، اس موقع پر مسٹر گاندھی نے خود سامنے آنے کے بجائے قوم پرست راہنماؤں کو آگے کر دیا اور جہاں ضرورت محسوس ہوتی، خود بھی پہنچ جاتے، پہلا حملہ علی گڑھ یونیورسٹی پر کیا گیا، ابو الکلام آزاد اور علی برادران نے طلبہ کو تعلیمی بائیکاٹ کرنے کا مشورہ دیا، وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین نے سلطنت عثمانیہ اور مقدس مقامات کی حفاظت کی پر زور تائید کی لیکن مسلمان طلبہ کو تعلیم حاصل کرنے سے روکنے کی سخت مخالفت کی، آخری کوشش کے طور پر مسٹر گاندھی نے بھی بہ نفس نفیس ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی لیکن وہ بھی انہیں قائل کرانے میں ناکام رہے۔ (۸۱)، اس طرح علی گڑھ یونیورسٹی اگرچہ تر نوالہ ثابت نہ ہوا لیکن جن طلبہ کو گمراہ کر لیا گیا، انہیں متحدہ قومیت کا سبق پڑھانے اور بقول مسٹر گاندھی سچا ہندوستانی بنانے کے لئے جامعہ ملیہ کی بنیاد رکھی گئی اور اس "مبارک" کام کے افتتاحی جلسہ کی صدارت کے لئے مولوی محمود حسن، جو بستر مرگ پر پڑے تھے، خود تشریف لے گئے۔ ۸۲

مسٹر گاندھی اور خلافتی لیڈروں نے مسلمانوں کی ایک اور تعلیمی درس گاہ یعنی اسلامیہ کالج لاہور کو اپنا نشانہ بنایا، داتا نگری کا یہ مشہور زمانہ کالج علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتی کوششوں کے باعث تباہی سے بچا، مصور پاکستان "علامہ اقبال ایک علم دوست انسان تھے، پھر انہیں اپنے صوبے کے مسلمانوں کی تعلیمی پستی کا حد درجہ قلق تھا، وہ جانتے تھے کہ وقتی طوفان کے اس دھارے سے

اسلامیہ کالج کو نہ بچایا گیا تو مسلمانوں کی تعلیمی حالت کو بڑا دھکا لگے گا اور یوں بھی وہ اصولی طور پر تحریکِ (ترک موالات) کے موافق نہیں تھے۔ (۸۳)، یہی وجہ ہے کہ اسلامیہ کالج کو انہوں نے اس تحریک میں سرگرمی سے شامل نہ ہونے دیا۔"۸۴

جہاں تک ہندوؤں کی بنارس یونیورسٹی، کالجوں اور اسکولوں کا تعلق ہے تو اگرچہ بظاہر مسٹر گاندھی اور ان کے بعض ہم مذہب راہنما بھی پبلک میں یہی پروپیگنڈہ کرتے تھے کہ تحریک ترک موالات کا تقاضا یہی ہے کہ ہندو طلبہ بھی تعلیمی اداروں کا بائیکاٹ کریں لیکن در پردہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم کو جاری رکھنے پر تلے ہوئے تھے۔ "ایک طرف علی گڑھ میں روز محشر کا سماں تھا تو دوسری طرف (ہندوؤں) کی بنارس (یونیورسٹی) میں موت کی خاموشی چھائی ہوئی تھی، پنڈت مالویہ نے (بنارس کی ہندو) یونیورسٹی کی حدود میں نہ صرف علی برادران کو بلکہ گاندھی جی کو بھی تقریر تک نہ کرنے دی اور وہ زور شور جو علی گڑھ میں دیکھا گیا، یہاں قطعی سرد تھا، گاندھی جی نے صرف یہ کہہ کر "مالوی جی نہیں مانتے" ہونٹوں پر مہر سکوت لگالی"۔ ۸۵

کسی بھی اسلامی تحریک کے بہتر نتائج اس وقت ہی سامنے آسکتے ہیں جب اس کی باگ ڈور کسی صحیح العقیدہ اور دل میں خوف خدا رکھنے والے مسلمان کے ہاتھ ہو، اگر کسی غیر مسلم کو قائد بنالیا جائے تو مقصد سے عدم دلچسپی اور اپنے مذہبی مفادات کو ترجیح دینے کی سوچ کے باعث وہ تحریک کو صحیح سمت میں چلانے سے قاصر ہو گا اور نتیجۃً فائدہ برائے نام اور نقصانات بے شمار پہنچنے کا خدشہ برقرار

رہے گا۔ تحریک خلافت اسی حادثے کا شکار ہو گئی، مسٹر گاندھی جو اس تحریک کے قائد و امام چنے گئے تھے، اگرچہ دنیاوی لحاظ سے ذہین اور چالاک لیڈر تھے، اس نے ہندوؤں کو سیاسی طور پر بیدار کر دیا، ان میں مسلمانوں سے لڑنے کی ہمت پیدا کی، انہیں اپنی عددی اکثریت کی قوت کا احساس دلا کر متحدہ ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنے کی رغبت دلائی لیکن وہ کسی لحاظ سے بھی مسلمانوں کے لئے بہتر قائد ثابت نہ ہوا۔

تحریک خلافت و تحریک ترک موالات کی قیادت سنبھالتے ہی مسٹر گاندھی نے ایسا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی کہ مسلمانوں کے دلوں سے کفر سے نفرت کا جذبہ ختم ہو جائے، ہندو مسلم اتحاد کو فروغ دینے کی خاطر بعض خلافتی لیڈروں نے ہندوؤں کے لئے دعائے مغفرت مانگنی شروع کر دی۔ (۸۶) ان کی ارتھی کو کندھا دیا گیا، ان کے ماتم میں مسجدوں میں تعزیتی جلسے کئے گئے اور فاتحہ خوانی بھی کی گئی۔ (۸۷)، ہندوؤں کے مذہبی جلوسوں میں مسلمان بھی شرکت کرنے لگے اور شری رام چندر جی کی جے کے ساتھ "گاندھی جی کی جے" اور "ہندو مسلم کی جے" کے نعرے بھی لگائے جا رہے تھے۔ ۸۸

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ:

> "جے کے نعرے لگائے، پیشانیوں پر قشقے لگائے، ہندوؤں کی ارتھیوں کو کندھا دیا گیا، رام لیلا وغیرہ کا انتظام مسلمان والنٹریوں نے کیا، بیہودہ اور کفریہ کلمات بکے کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو فلاں ہندو (مسٹر گاندھی) نبی ہوتا، کیا خرافات واہیات ہے"۔ ۸۹

متعصب ہندو لیڈر سوامی شردھانند کو جامع مسجد دہلی میں منبر نبوی پر بٹھا کر تقریر کرائی گئی۔ (۹۰)، مسجدوں میں مجالس میں ہندوؤں کو شریک کیا گیا۔ (۹۱)، ان جلسوں میں سے بعض کی صدارت ہندو کرتے تھے۔ (۹۲)، مولوی کہلانے والے بعض حضرات اپنے بیٹوں کے نام ”محمد پرکاش“ جیسے رکھنے لگے۔ (۹۳)، مخالف مسلمانوں کا معاشرتی بائیکاٹ کیا گیا اور ان کے میتوں کو قبرستانوں میں دفن نہیں ہونے دیا گیا۔ (۹۴)، یہاں تک کہ اخبارات میں اس قسم کی خبریں شائع ہونے لگیں کہ ”الہ آباد میں ایک ایسا فیصلہ صادر کیا گیا ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ ایثار و رفاقت کی نئی اسپرٹ کو ترقی دے گا بلکہ ایک نئے مذہب کو جو ہندو مسلمانوں کا امتیاز موقوف کرتا ہے اور پریاگ یا سنگم کو ایک مقدس علامت بتاتا ہے“۔ ۹۵

قوم پرست مولویوں نے فتوے دیئے کہ مسلمان ہندوستان چھوڑ کر افغانستان ہجرت کر جائیں لیکن کسی مفتی صاحب نے بذات خود اس ”کار خیر“ میں حصہ نہیں لیا، مولوی فیروزالدین صاحب رقمطراز ہیں:

> ”مسلمان لیڈروں نے تحریک ہجرت شروع کر کے اپنی خفیف الحرکتی کا جو ثبوت دیا وہ نہایت دل شکن اور قابل افسوس ہے، ہزارہا مسلمان اپنے لیڈروں اور مولویوں کے وعظ و تبلیغ سے متاثر ہو کر اپنے گھربار اور ساز و سامان اونے پونے بیچ کر افغانستان کی طرف چل دیئے اور پھر کس مپرسی کے بعد نقد و جنس برباد کر کے واپس لوٹے، اس تحریک میں گاندھی صاحب نے مسلمانوں کی پیٹھ ٹھونکی تھی، اگر مسلمان جا

کروا پس نہ آتے تو کم از کم اتنا فائدہ ہوتا کہ ان کی آبادی کم ہو جاتی مگر وہ بھی نہ ہوا اور سب سے بڑا تعجب یہ ہے کہ اکثر ہجرت کے بانی مبانی یہیں بیٹھے بیٹھے ملاحی کا کام کرتے رہے کہ جو آیا، اسے آگے کر دیا"۔ ۹۶

اس ساری جدوجہد کا نتیجہ کیا برآمد ہوا، ترک راہنماؤں نے خود خلافت کا خاتمہ کر دیا اور ایک پر تشدد واقعہ کو بہانہ بنا کر مسٹر گاندھی نے کسی قوم پرست مولوی یا لیڈر سے صلاح و مشورہ کیے بغیر تحریک ترک موالات کے خاتمے کا اعلان کر دیا، یہ لوگ اس وقت جیل میں تھے، وہاں سے انہوں نے احتجاجی خطوط بھیجے جن پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر گاندھی نے کہا:

> "وہ لوگ جیل میں ہیں، وہ سول حیثیت سے مردہ ہیں اور ان کو کوئی حق نہیں کہ وہ باہر والوں کو مشورہ دیں"۔ ۹۷

ایک انگریز مصنف نے خیال ظاہر کیا تھا کہ "تحریک ترک موالات اور سول نافرمانی کے رہنماؤں کی کارروائیوں نے کوئی مفید نتیجہ حاصل کیے بغیر ہندوستان کو تباہی و بربادی سے دوچار کر دیا"۔ ۹۸

تحریک خلافت و تحریک ترک موالات کی مخالفت کے سلسلہ میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے، قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ان تحریکوں کی شدت سے مخالفت کی۔ (۹۹)، ان کے علاوہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے ہم مسلک علماء و مشائخ نے مسلمانوں کی بروقت راہنمائی کر کے مسلمانوں کو مکمل تباہی و بربادی سے بچا لیا۔

حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

”سلطنت اسلامیہ کی تباہی وبربادی اور مقامات مقدسہ بلکہ مقبوضات اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جانا ہر مسلمان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی وبربادی سے زیادہ اور بدرجہا زیادہ شاق اور گراں ہے اور اس صدمہ کا جس قدر بھی درد ہو کم ہے ، سلطنت اسلامیہ کی اعانت وحمایت ، خادم الحرمین کی نصرت ومدد مسلمانوں پر فرض ہے لیکن یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ہندوؤں کو مقتدا بنایا جائے اور دین و ایمان کو خیر باد کہہ دیا جائے ، اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندو ان کے ساتھ متفق ہو کر جاہے ، درست ہے ، پکارتے ، مسلمان آگے ہوتے اور ہندو ان کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے تو بے جا نہ تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں ، کہیں ہندوؤں کی خاطر قربانی اور گائے کا ذبیحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں ، ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں ، اسلامی شعائر مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں ، کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار (ٹریڈ مارک) نمایاں کیا جاتا ہے ، کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے ، کروڑوں سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کی جائیں مگر دین کو کسی سلطنت کی طمع پر برباد نہیں کیا جا سکتا۔“ ۱۰۰

حضرت قبلہ عالم (پیر مہر علی شاہ گولڑوی) قدس سرہ نے ہندو سے موالات کے جواز کا انکار فرمایا کہ یہود اور مشرکین کی عداوت قرآن شریف میں صراحۃً مذکور ہے، پس ترک موالات ہندو اور انگریز اور یہود سب سے ہونی چاہیے، تفریق اور ترجیح بلا مرجح ٹھیک نہیں، نیز آپ نے کھدر کے استعمال کو تسلیم نہ کیا اور فرمایا کہ فقہ اور دین کی کتابوں میں ایسا کوئی حکم نہیں اور ذبح گاؤ کی قباحت کو آپ نے رد کیا، فرمایا: ذبح گاؤ کی خوبیاں اور فضیلت مذکور ہے، اس طرح آپ نے گاندھی کی تمام باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار فرمایا جس کی وجہ سے سب لیڈر آپ سے ناراض ہو گئے۔ ۱۰۱

حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک خادم منشی تاج الدین احمد تاج مرحوم ہندو ذہنیت کا تجزیہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> "ہندوؤں کے باورچی خانہ میں اگر کتا چلا جائے تو باورچی خانہ ناپاک نہیں ہوتا لیکن اگر مسلمان کا سایہ بھی پڑ جائے تو باورچی خانہ ناپاک ہو جاتا ہے کیوں کہ مسلمان ملیچھ جو ٹھہرے، ایک ہندو حلوائی کی دکان پر جا کر مسلمان ایک ذلیل بھکاری کی طرح سودا خریدتا ہے اور کسی مسلمان کی مجال نہیں کہ ہندو کی کسی چیز کو ہاتھ لگا سکے"۔ ۱۰۲

اس ذہنیت کے لوگوں کو منبر نبوی پر بٹھانے کی جسارت کرنے والے قوم پرست لیڈروں اور مولویوں پر گرفت کرتے ہوئے پروفیسر مولانا سید محمد اشرف رقمطراز ہیں:

”مسلمانو! ذرا انصاف سے کام لو، تم نے مساجد کی کیسے بے حرمتی اپنے ہاتھوں سے کی ہے، کیا مسلمانوں کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ نجس وناپاک کا مسجد میں جانا شرعاً سخت ممنوع ہے۔ اہل ہنود کے مذہب میں بجز مسلمانوں کے وجود کے اور کوئی شے نجس نہیں، علاوہ نجاست کفر و شرک کے وہ دیگر نجاست ظاہری سے آلودہ رہتے ہیں اور انہیں تمام مساجد میں لے گئے، منبر یا مکبرہ جو ساری مسجد کا ایک ممتاز مقام ہے، اس پر تم نے ہنود کو جگہ دی، تبلیغ وہدایت کے لئے ان سے مصر ہوئے، ذرا ایمان کو سامنے رکھ کر کہنا کہ منبر کس کی جگہ تھی اور اس پر سے کس کی صدائے تلقین و تبلیغ بلند ہوئی تھی اور تم نے اس عظمت کو کس بیدردی سے پامال کیا، ہنود مساجد میں توحید کی آواز سننے اور مشرکانہ اعمال کی خطاکاری سمجھنے اور ہدایت پانے کے لئے اگر جاتے یا لے جائے جاتے تو سہو اور خطاکاری کا ایک بہانہ بھی تھا لیکن خاص خانۂ خدا اور توحید کے مکان میں مبلغ کی حیثیت سے ہنود کو سربلندی بخشنا اس صدی کے مدعیان اسلام کا خاصہ ہے“۔ ۱۰۳

انگیز پرستی کے الزام کا جواب دیتے ہوئے تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا:

”وہ کون سی بات ہے جس کی وجہ سے علمائے اسلام گورنمنٹ کے تنخواہ دار سمجھے گئے؟ کیا شعائر اسلام کے مٹنے سے راضی نہ ہونا، مسلمانوں کو مراسم شرک میں مبتلا ہونے سے روکنا، یہ خالص

گورنمنٹ کا کام ہے یا اس کے علاوہ وہ گورنمنٹ کو کوئی امداد پہنچا رہے ہیں مگر حقیقت الامر یہ ہے کہ خود غرض خوب جانتے ہیں کہ علماء کج روی اور بے راہی کی کبھی حمایت نہیں کر سکتے، اس لئے وہ اپنے اغراض کو پورا کرنے کے لئے عوام کو علماء کی طرف سے بد ظن کرنا ضروری تصور کرتے ہیں۔

جب علماء کی آواز عوام تک نہ پہنچے اور ان کو گورنمنٹی آدمی سمجھ کر کوئی ان کی بات کان لگا کر نہ سنے تو پھر گاندھی اور لیڈروں کا جادو چل جانا کیا مشکل ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنے شعائر مذہب سے بیگانہ اور ہندوؤں میں جذب ہوتے چلے جاتے ہیں"۔ ۱۰۴

موضوع زیر بحث پر امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کا فتویٰ حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے، اس کا ایک اقتباس حضرت حکیم اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مقالہ میں نقل کیا تھا جسے ہم پچھلے صفحات میں پیش کر چکے ہیں۔ مزید وضاحت کے لئے چند اقتباسات ہدیۂ قارئین ہیں:

☆ مشرک کو پیشوا بنالیا۔ آپ پس رو بنے، جو وہ کہے، وہی مانیں، قرآن و حدیث کی تمام عمر اُس پر نثار کر دی، ترک موالات کا نام بد نام اور اللہ کے دشمن مشرکوں سے وداد، محبت و اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد۔۔۔ یہ تو صراحۃً اسلام کو کند چھری سے ذبح کرنا ہے، اس کا نام حمایت اسلام رکھنا کس درجہ صریح مغالطہ و اغوا ہے۔۔۔ انہوں نے سرے سے کلمہ ہی کو اٹھا کر بالائے طاق رکھ دیا، نہیں نہیں بلکہ پس پشت پھینک دیا، مشرکوں کو "روح اعظم" (مہاتما) بنایا، موسیٰ بنایا، نبی

بالقوہ بنایا، مذکر مبعوث من اللہ بنایا، اس کی مدح خطبہ جمعہ میں داخل کی، اس کی تعریف میں کلام الٰہی کا مصرعہ ”خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست“ گایا اور کفر و کفریات وضلالت اختیار کئے۔ ۱۰۵

☆ موالات مطلقاً ہر کافر، ہر مشرک سے حرام ہے، اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو، اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریب ہو۔ ۱۰۶

☆ اگر سب مسلمان زمینداریاں، تجارتیں، نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیر خواہ جملہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے، حاشا ہرگز نہیں۔ زنہار نہیں اور جو دعویٰ کرے، اس سے بڑھ کر کاذب نہیں، مکار نہیں، اتحاد و وداد کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو، منافقانہ میل پر پھولے ہو، سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو ادھر پچاس ہندوؤں نے نوکری، تجارت، زمینداری چھوڑ دی ہو کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے اگر نہیں دکھا سکتے تو کھل گیا کہ ؎

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔ ۱۰۷

☆ وہ الحاق و اخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام و مخالف شریعت سے — مشروط نہ اس کی طرف منجر تو اس کے جواز میں کلام نہیں ورنہ ضرور ناجائز و حرام ہو گا مگر یہ عدم جواز اس شرط یا لازم سبب سے ہو گا، نہ برہنائے تحریم مطلق معاملت، جس کے لئے شرع میں اصلاً اصل نہیں اور خود ان مانعین کی طرز عمل ان کے کذب دعویٰ پر شاہد، ریل، تار، ڈاک سے تمتع کیا معاملت نہیں، فرق یہ ہے کہ اخذ امداد میں مال لینا ہے اور ان کے استعمال میں دینا، عجب کہ مقاطعت میں

مال دینا حلال ہوا اور لینا حرام، اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ریل، تار، ڈاک ہمارے ہی ملک ہیں، ہمارے روپے سے بنے ہیں۔ سبحان اللہ! امداد تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان سے آتا ہے، وہ بھی یہیں کا ہے تو حاصل وہی ٹھہرا کہ مقاطعت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور خود نفع لینا ممنوع۔ اس الٹی عقل کا کیا علاج۔ ۱۰۸

☆ حکیم اہل سنت نے تحریک خلافت و ترک موالات کے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا تھا، ان پر تبصرہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اب حکیم صاحب کی تحریروں اور انٹرویو سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں جن میں تحریک پاکستان کے چند چشم دید حالات و واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے:

☆ حضرت مولانا (احمد رضا) بریلوی نے گاندھی کے فسوں کو توڑنے کی جو کوششیں کی تھیں اور اپنے رفقاء و خلفاء کی جس انداز میں تربیت کی تھی اس کا نتیجہ ہے کہ حضرت کے تلامذہ، خلفاء اور متبعین نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت کے خلفاء میں سے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین اور حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی رحمہما اللہ نے تحریک پاکستان کو کامیاب کرنے کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی اور پاک و ہند کے ہر شہر میں اس کی شاخیں قائم کیں۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں تائید تحریک پاکستان کی خاطر ایک کانفرنس منعقد کی جس میں پانچ ہزار کی کثیر تعداد میں علماء و مشائخ شریک ہوئے اور سب نے پاکستان بنانے کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کرنے کا عہد کیا۔ مولانا مراد آبادی تو حمایت تحریک پاکستان میں اس قدر سرگرمی دکھا

رہے تھے کہ اس کی مثال محال ہے۔ مولانا اپنے ایک خط میں مولانا ابو الحسنات قادری علیہ الرحمۃ کو لکھتے ہیں :

> ”پاکستان کی تجویز سے ”جمہوریت اسلامیہ“ (آل انڈیا سنی کانفرنس کا دوسرا نام) کو کسی طرح دست بردار ہونا منظور نہیں، خود جناح اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں“۔ ۱۰۹

☆ مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے لاہور میں بیٹھ کر پاکستان کے لئے بہت کام کیا۔ ہمارے امرتسر کے نوجوان لاہور میں مسلم صاحب کے پیچھے جمعہ پڑھنے خصوصی طور پر آتے تھے کیوں کہ مسلم صاحب جمعہ کے خطاب میں قیام پاکستان کے لیے مدلل دلائل دیا کرتے تھے۔ انہوں نے عام دیہاتیوں کو مسلم لیگ کا حامی بنانے کے لئے بڑی سادہ سی بات یہ کہی کہ یہ مسلم لیگ نہیں بلکہ کفر اور اسلام میں ”لیک“ ہے۔ (پنجابی میں لیک خط کو کہتے ہیں) تو ایک عام دیہاتی کی سمجھ میں مسلم لیگ کا منشور واضح ہو جاتا تھا۔ ۱۱۰

☆ حضرت میاں (علی محمد خان چشتی) صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ خاموشی سے کام کرنے کے عادی تھے۔ اخبارات میں بیان وغیرہ چھپوانے کو ناپسند فرماتے، لہذا تحریک پاکستان میں اپنے نمائندوں کے ذریعے اپنے مریدین کو پاکستان کی مکمل حمایت کے احکامات بھیجتے رہے۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف علیہ الرحمۃ ۱۹۴۵ء میں حضرت گنج شکر قدس سرہ کے عرس پر حاضر ہو کر مشائخ کرام سے ملے اور تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے مشورے کرتے رہے۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف نے حضرت میاں صاحب سے بھی

ملاقات فرمائی اور تقریباً ایک گھنٹہ سے زائد عرصہ تک یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد پیر صاحب مانکی شریف کا ایک معتمد نمائندہ "بسی نو" پہنچا اور علیحدگی میں بات کر کے فوراً روانہ ہو گیا۔ گفتگو کیا ہوئی، اس کا کسی کو علم نہیں، انتخابات بالکل قریب آ گئے تو عقیدت مندوں اور تحریک کے قائدین نے اصرار کیا کہ آپ ایک بیان دیں کہ ووٹ مسلم لیگ کو دیئے جائیں۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب کا وہ بیان (روزنامہ) "نوائے وقت" میں شائع ہوا تھا۔ مختصر یہ کہ حضرت میاں صاحب نے اپنے اصول کے مطابق تحریک پاکستان کی پرزور مدد فرمائی۔ میں اپنی ذاتی معلومات کے مطابق پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ امرتسر کے حلقۂ دیہات (تحصیل امرت سر) سے چوہدری نصر اللہ صاحب محض حضرت قبلہ کی وجہ سے منتخب ہوئے اور ہوشیار پور سے منتخب ہونے والے ہریانہ کے نصر اللہ خان صاحب تو ان کے مخلص ترین مرید ہیں۔ لدھیانہ سے حضرت کے ایک تعلق دار یونی نسٹ پارٹی کی طرف سے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ حضرت میاں صاحب حمایت فرمائیں مگر ایسا نہ ہوا اور مسلم لیگی امیدوار بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گیا۔ 111

☆ جب تحریک پاکستان چل رہی تھی اس وقت امرتسر میں اکثر و بیشتر جلسے ہوا کرتے تھے۔ میں نے ان جلسوں میں اکثر بطور سامع کے شرکت کی، مسلم لیگ کے جلسے شیخ صادق حسن صاحب کے زیر اہتمام ہوا کرتے تھے جن میں اکثر مولانا عبد الستار خان نیازی، راجہ غضنفر علی وغیرہ بطور مقرر تشریف لاتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا نیازی کا عالم شباب تھا، ان کا چہرہ تجلی کے قمقموں

سے زیادہ سرخ اور چمکدار ہوا کرتا تھا۔ مولانا تقریر جیسے ہی شروع کرتے تو دو تین منٹ بعد مولانا کا چہرہ لال سرخ ہو جاتا تھا۔ ۱۱۲

☆ مولانا (عبد الستار خان) نیازی کے علاوہ ایک ان سے بھی زیادہ شعلہ بیان مقرر جو امرتسر آتے تھے مولوی بشیر احمد اخگر تھے۔ مولوی صاحب ابھی حیات ہیں۔ رحیم یار خان صادق آباد میں رہتے ہیں، میرے پاس آتے ہیں، مولوی صاحب اس وقت کے گریجویٹ تھے۔ اسی طرح راولپنڈی کے سید مصطفیٰ شاہ گیلانی بھی بہت اچھی تقریر کیا کرتے تھے۔ ایک آدمی اور تھا جسے لاہور والوں نے مار دیا، میں اکثر لوگوں سے پوچھتا ہوں، بتاؤ وہ کہاں ہے پروفیسر عنایت اللہ۔ یہ صاحب ان سے بہتر مقرر تھے، یہ لوگ پورے ملک کے دورے کر کے اپنی شعلہ بیانی سے کانگریس اور احراری مقرروں کے مقابلے میں مسلم لیگ کی راہ ہموار کرتے تھے۔ یہ مقرر احراری مقرروں کی شعلہ نوائی کو خاک میں ملا دیتے تھے۔ ۱۱۳

☆ اس وقت انگریز اور ہندو ہمارے مد مقابل تھے، مسلمانوں کے سامنے آزادی اور اسلام کی سربلندی کا نصب العین تھا جب میرے والد صاحب کا کتب خانہ اور دواخانہ سکھوں نے جلا دیا، ہمارا کتب خانہ امرتسر کا سب سے بڑا کتب خانہ تھا، اس میں ۲۵ ہزار کتابیں تھیں تو اس وقت لوگ والد صاحب سے اظہار افسوس کرنے آئے تو والد صاحب کے الفاظ تھے کہ جب پاکستان بن جائے گا تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری یہ قربانی قبول ہو گئی۔ ۱۱۴

حکیم اہل سنت کی زبانی، تحریک پاکستان کی جو کہانی اوپر بیان کی گئی ہے وہ

بلاشبہہ بہت مختصر ہے لیکن ان کے ایماپر اس موضوع پر جو مقالات لکھے گئے اور کتب تصنیف ہوئیں، ان کی افادیت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حکیم صاحب مرحوم کی یہ شدید خواہش تھی کہ سنی قلم کار اس گم شدہ تاریخ کو منظر عام پر لانے کی جانب خصوصی توجہ دیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ متعلقہ افراد کو اپنے بزرگوں کی خدمات کو اجاگر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم بھی اس سلسلہ میں چند سطور قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں تاکہ ایک جانب تو ہمارا نام بھی حکیم صاحب کی خواہش کا احترام کرنے والوں کی فہرست میں شامل ہو جائے اور دوسری طرف قارئین ان کے درج بالا ارشادات آسانی سے سمجھ سکیں۔

بعض لوگ مثبت تحریر کی یہ نشانی بتاتے ہیں کہ کسی پر تنقید کئے بغیر اپنے من پسند راہنماؤں کے کارنامے بیان کئے جائیں لیکن مشکل یہ ہے کہ جب تک مدمقابل کے افکار و نظریات پیش نہ کئے جائیں، اس وقت تک سنی علماء و مشائخ کے زریں کارناموں کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، اس لیے نہ چاہتے ہوئے بھی تحریک پاکستان کے مخالف اور حامی مذہبی راہنماؤں کے کردار کا تقابلی جائزہ پیش کرنا ہماری مجبوری ہے، ہمارا مقصد کسی کی دلآزاری کرنا ہرگز ہرگز نہیں لیکن چونکہ حالات وواقعات کو صحیح رنگ میں پیش کرنا ایک مؤرخ کی تلخ ذمہ داری ہوتی ہے، اس لئے جو گزارش ہمیں شروع میں کرنا چاہیے تھی وہ اب کر رہے ہیں کہ یہ مقالہ اسی مجبوری اور جذبہ کے تناظر میں پڑھا جائے۔

مسلم لیگ کے قائدین ہندو اور انگریز راہنماؤں سے نپٹنے کے تو اہل تھے لیکن قوم پرست مولوی ان کے لئے دردِ سر بنے ہوئے تھے، یہ حضرات مشرک

لیڈروں کی تعریف و توصیف کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتے تھے لیکن مسلمان راہنماؤں میں انہیں کوئی اچھائی نظر نہیں آتی تھی۔ ابو الکلام آزاد برملا کہا کرتے تھے:

☆ مسٹر گاندھی نے جنگ آزادی میں اپنی جان اور مال دونوں لٹا دیا، پس وہ فی الحقیقت "مجاہد فی سبیل اللہ" ہیں اور بانفسھم و اموالھم کے ہر دو مراحل جہاد مقدس سے گزر چکے ہیں، یہ (مسٹر گاندھی) حق و صداقت کا عجیب سپہ سالار ہے۔ ۱۱۵

☆ مہاتما گاندھی کی رہنمائی پر اعتماد یہی ایک تنہا رہنمائی ہے جس نے ہماری تحریک کا شاندار ماضی تعمیر کیا ہے اور اسی سے ہم ایک فتح مند مستقبل کی توقع کر سکتے ہیں۔ ۱۱۶

☆ اس کے برعکس کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن اور محبوب رہنما قائداعظم محمد علی جناح کے متعلق قوم پرست مولویوں کا نقطہ نظر یہ تھا:

☆ باوجودیکہ مسٹر جناح مذہب اسلام اور اہل سنت اور اہل مذہب سے نہ صرف مستغنی بلکہ سخت متنفر بھی ہیں، نہ ان کی زندگی مذہبی ہے نہ اس بیچارے نے مذہبی ہونے یا مذہبی قیادت کا دعویٰ کیا ہے، وہ ایک کامیاب بیرسٹر ہیں اور سیاسی قیادت کے مدعی اور خواہشمند ہیں اور پھر سیاست بھی اس قسم کی جو کہ یورپین اقوام اور ممالک کی ہے۔ اسلامی سیاست سے نہ وہ واقف ہیں اور نہ اس کے مدعی۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ اصحاب اغراض عام مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے امام اور قائداعظم ہیں۔ (مولوی حسین احمد دیوبندی) ۱۱۷

☆ سب سے زیادہ حیرت جانشین شیخ الہند (مولوی محمود حسن) اور

دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا حسین احمد صاحب مدنی پر ہے۔ ان تمام تحریروں اور تردیدوں کے ملاحظہ فرمانے کے باوجود مسٹر اور مسز جناح کے کفر اور سول میرج کے افسانہ پر انہیں اب تک یقین ہے، اب بھی وہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں مسلمانوں کے "کافر" لیڈر اور کافرہ بیوی کا ذکر خیر کرتے رہتے ہیں، کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟ ۱۱۸

کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق ان لوگوں کا موقف یہ تھا۔

☆ ہمیشہ ایسی تجاویز کانگریس میں آتی اور پاس ہوتی رہتی ہیں جن کی وجہ سے مذہب اسلام کے تحفظ اور وقار کو ٹھیس نہ لگے۔ (مولوی حسین احمد دیوبندی) ۱۱۹

☆ مسلم لیگ کی موجوہ حالت سے جو بے دینی پھیل رہی ہے اور جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو حاصل ہو رہا ہے وہ کانگریس تو در کنار ہندوستان کے تمام ہندوؤں سے نہیں پہنچ رہا۔ (مولوی محمد میاں ناظم جمعیت العلماء ہند) ۱۲۰

پاکستان کے بارے میں یہ حضرات کہا کرتے تھے:

☆ پاکستان قائم ہونے میں مسلمانوں کا سراسر نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے۔ (مولوی حفظ الرحمٰن) ۱۲۱

میری سمجھ میں اگر پاکستان آبھی جائے تو میں فوراً (مسلم) لیگ میں چلا جاؤں گا لیکن میں پاکستان قبول کرنے میں مسلمانان ہند کی ذلت آمیز موت دیکھ رہا ہوں۔ (مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی) ۱۲۲

☆ پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے، کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان

کی پ بھی بنا سکے۔ (مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری) ۱۲۳

☆احرار اس "پاکستان" کو "پلیدستان" سمجھتے ہیں (چوہدری افضل حق رئیس الاحرار) ۱۲۴

☆کتوں کو بھونکنا چھوڑو، کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو، احرار کا وطن (مسلم) لیگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں۔ (چوہدری افضل حق رئیس الاحرار) ۱۲۵

☆ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ وہ اب بھی پاکستان کا نام جپتے ہیں۔۔ سچ ہے پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے جو ۱۹۴۰ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ ہائی کمانڈ ایک سپیرا ہے۔ (مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری) ۱۲۶

☆پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے۔ (مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری) ۱۲۷

ان "علماء" کا مقابلہ کرنا آسان کام نہ تھا، یہ جو زبان استعمال کرتے تھے اس کے چند نمونے درج بالا سطور میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں نیز ہندو رہنما جو دعویٰ کرتے تھے، یہ لوگ اس کی تصدیق کے لئے قرآن و سنت سے سند فراہم کرتے تھے۔ مثلاً انگریزوں سے ترک موالات کے فتوے کی ضرورت پڑی تو انہوں نے فتویٰ دے دیا، بعد مین مسٹر گاندھی نے اس کے برعکس کام کرنے کا حکم صادر فرمایا تو یہی "علماء کرام" کانگرسی امیدواروں کو کامیاب کرنے کے لئے "میدان جہاد" میں کود پڑے۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے کے مصداق سنی علماء و مشائخ نے یہ چیلنج منظور کرتے ہوئے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہ قابل احترام قائدین

زبان تو شائستہ استعمال کرتے تھے لیکن کتاب و سنت کے محکم دلائل کے بل بوتے پر انہوں نے کانگرسی مولویوں کی ایک نہ چلنے دی۔ تمام سنی اکابرین دو قومی نظریہ کے مبلغ بن گئے، ان کے دار العلوم اس کام کے لئے وقف ہو گئے۔ انہوں نے مسلم لیگ سے لیا کچھ نہیں بلکہ مساجد میں تقاریر کے ذریعے عوام کو چندہ دینے کی رغبت دلا کر مسلم لیگ کا خزانہ بھر دیا، کانگرسی مولوی جہاں بھی جاتے یہ حضرات سایہ کی طرح ان کا پیچھا کرتے۔ انہیں خریدنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ بکے نہیں، دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوئے، یہ ان ہی کی ان گنت قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم ایک آزاد اسلامی ملک میں سکھ کی سانس لے رہے ہیں۔

حضرت صدر الافاضل مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مراد آباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے ۱۹۲۵ء میں ایک عظیم تحریک کی بنیاد ڈالی اور اس کی تنظیم پورے بر صغیر میں فرمائی، اسی سال علی گڑھ سے شائع ہونے والے رسالہ میں مولانا عبد القدیر بلگرامی کی "ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے نام" سے پہلی مرتبہ تقسیم ہند کی تجویز آئی تھی جس کے پانچ سال بعد حضرت علامہ اقبال نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس الہ آباد میں اسے سیاسی طور پر پیش کیا۔ یقیناً علماء حق کی جد و جہد کا بھی اس پر اثر ہوگا۔ ۱۲۸

سنی علماء و مشائخ کی نمائندگی کرتے ہوئے مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود بھی تقسیم ہند کی تجویز پیش فرمائی۔ ۱۲۹

اور خطبہ الہ آباد کی بھی پر زور تائید کی۔ مشہور مسلم لیگی رہنما حکیم آفتاب احمد قرشی رقمطراز ہیں:

> "بریلوی مسلک کے مشہور بزرگ نعیم الدین مراد آبادی نے بھی اپنے موقر جریدے "ماہنامہ السواد الاعظم" میں علامہ اقبال کی اس تجویز (خطبہ الہ آباد میں پیش کردہ تصور پاکستان) کی حمایت میں کئی مضامین لکھے"۔ ۱۳۰

مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ اس تاریخی اجلاس میں مولانا محمد بخش مسلم، شیخ القرآن علامہ محمد عبد الغفور ہزاروی، مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا ابراہیم علی چشتی، مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش، علامہ ابو الحسنات قادری، مولانا عبد الستار خان نیازی وغیرہم نے شرکت فرمائی۔ مولانا عبد الحامد بدایونی نے قرارداد پاکستان کی حمایت میں بہت دلنشین اور اثر انگیز تقریر کی۔ (۱۳۱) اور حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسب ذیل تہنیتی تار ارسال فرما کر قائداعظم مرحوم کو اپنی تائید کا مکمل یقین دلایا۔

"فقیر مع نو کروڑ جمیع اہل اسلام ہند دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہے اور آپ کی ترقی مدارج کے لئے دعا کرتا ہے"۔ ۱۳۲

کانگریس کے متعلق سنی علماء و مشائخ کا موقف بالکل واضح تھا، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کا فتویٰ یہ تھا کہ:

"مسلمانوں کی ہندو کانگریس میں شمولیت اسلام کے سراسر خلاف اور ناجائز ہے"۔ ۱۳۳

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ بھی کانگریس کو مسلمانوں کے لئے نقصان دہ سمجھتے تھے، جناب محمد عبدالحکیم ایم اے تحریر فرماتے ہیں:

"میرے والد بزرگوار قاضی محمد یٰسین علیہ الرحمۃ نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فتویٰ منگایا اور کئی ہزار کاپیاں چھپوا کر تقسیم کیا، اس فتویٰ میں درج تھا کہ مسلمانوں کے لئے کانگریس میں شامل ہونا حرام ہے، وطن کی آزادی کے لئے مسلمان ہندوؤں میں مدغم ہونے کی بجائے اپنی علیحدہ تنظیم کریں، اس اشتہار کا عنوان تھا "مسلمانو! کانگریس سے بچو"۔ ۱۳۴

آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس ۱۹۳۰ء میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ "موجودہ حالات میں مسلمانوں کو کانگریس کی تحریکات سے علیحدہ رہنا ضروری ہے، مذہب کا یہی حکم ہے اور اقتصادی مصالح کا بھی یہی تقاضا ہے"۔ ۱۳۵

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلان فرمایا:

> "مسلمانوں کو اپنے قیمتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام ہے اور احرار، خاکسار، یونی نسٹ وغیرہ بھی مسلمان اکثریت سے کٹ کر گاندھی، نہرو کے زر خرید غلام ہیں، انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے، مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کا حق صرف ان سنی العقیدہ مسلمانوں کو ہے جو کونسلوں میں جا کر مسلمانوں کے جائز حقوق کی نگہداشت کریں اور احکام شریعت کے مطابق جدوجہد کریں"۔ ۱۳۶

کانگریس کی مخالفت کسی ذاتی مفاد یا انگریزوں کے اشارے پر مبنی نہیں تھی بلکہ سنی اکابرین بجا طور پر یہ محسوس کر رہے تھے کہ انگریزوں کی طرح ہندو بھی اسلام کے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے اور ان پر اعتماد کرنا خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حقیقت کی نشاندہی ان الفاظ میں فرمائی:

> "ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رخنہ اندازی برداشت نہیں کریں گے، ہم کسی شعار اسلام کو ترک کرنے کے لئے کسی حال میں بھی تیار نہیں ہوں گے، وہ اتفاق، وہ صلح جس سے ہمارا ایمان اور اسلام اور اعتقاد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، ہندو قوم ہماری سالہا سال کی آزمائی ہے، ان سے یہ توقع کرنی کہ ہمارے ساتھ دوستی رکھے گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یگانگت کرے گی، بالکل فضول اور لاحاصل ہے"۔ ۱۳۷

سنی علماء و مشائخ مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہو کر قیام پاکستان کے لیے جدو جہد کرنے کی تلقین فرماتے تھے:

☆ اس وقت مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے، ہر مسلمان کو حصول پاکستان کے لئے پوری جدو جہد کرنی چاہیے جہاں وہ عزت اور آزادی سے رہ سکیں گے، حصول پاکستان کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ ہر مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو کیونکہ مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی اور آزادی کے لئے کوشاں ہے۔ (پیر امین الحسنات مانکی شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۱۳۸

☆ ایک طرف اسلام کا جھنڈا ہے، دوسری طرف کفر کا، چونکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے اس لئے اس سے کٹنا اسلام سے کٹنا ہے۔ (استاذ العلماء مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۱۳۹

☆ علماء احناف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیے۔ (شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۱۴۰

☆ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے، خواہ کوئی ہو، اگر وہ مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ (امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۱۴۱

☆ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں کیونکہ وہی ان کو نجات دلا سکتی ہے۔ (پیر فضل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۱۴۲

☆ اے حضرات اخوان ملت، مسلمان بھائیو۔۔۔ کل جس مسلم لیگ کے لئے کوئی جگہ نہ تھی، آج کانگریس اور برطانیہ دونوں کی نظریں اس کی پالیسی کی طرف لگی ہوئی ہیں، اس لئے اب جس قدر جلد ممکن ہو، ۱۹۴۰ء کے لیے زیادہ ممبر بن جائیں، جن محلوں، دیہاتوں، تحصیلوں میں مسلم لیگ قائم نہ ہو وہاں قائم کر کے اپنے ضلع سے الحاق کیجئے اور بہت جلد بتا دیجئے کہ آپ اسلام کے لئے سینہ سپر ہونے اور اپنے محترم صدر اعظم مسٹر جناح کے ارشاد کی تعمیل پر ہر وقت تیار ہیں۔ (مفتی محمد برہان الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، صدر مسلم لیگ، جبل پور) ۱۴۳

مخالفین پاکستان بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے تھے کہ سنی اکابرین مسلم لیگ کے ہمنوا تھے۔ ان میں سے چند کے بیانات ہدیۂ قارئین ہیں:

☆ حکومت اور مسلم لیگ نے پنجاب اور سرحد کے گدی نشین پیر اور پرہیزگار سب کو کوٹھڑیوں سے نکال کر الیکشن میں جھونک دیا تھا۔ (خان عبد الغفار خان) ۱۴۴

☆ خود علماء کس حال میں ہو گئے ہیں، کیا آپ کی نظر سے یہ نہیں گزرا کہ اسی پنڈال میں (مسلم) لیگ کے اجلاس کے بعد علماء کا اجلاس ہوا اور برچنڈی شریف کے پیر صاحب نے صدارت فرمائی، مولانا جمال صاحب، صاحبزادہ مولانا عبد الباری صاحب مرحوم فرنگی محلی اور مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی اور بہت سے حضرات ان دنوں ان تمام اجلاسوں میں شریک رہے، جب حالت اس درجہ بدل گئی ہے کہ مسلم عوام، ارباب طریقت، ارباب شریعت، سب کے سب اس سیلاب (مسلم لیگی مشن) کی نذر ہوتے ہوئے دین اور احکامِ دین سے برگشتہ ہوتے جارہے ہیں، تو جمعیت (علمائے ہند) کے مٹھی بھر افراد اپنی خستہ حالی کے ساتھ کیا کرسکیں گے۔ (مولوی حسین احمد دیوبندی) ۱۴۵

بانئ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلاشبہہ عالمِ دین نہیں تھے لیکن سنی قائدین کی نظر میں وہ مسلمانوں کی قیادت کے لئے موزوں ترین شخصیت اور قابل اعتماد راہنما تھے:

☆ ہمارے مقصد کو بروئے کار لانے والا صرف اور صرف قائد اعظم ہے، وہ ایک مسلمان وکیل ہے جو پیسے اور آرام کے بغیر مسلمانوں کی وکالت کرتا ہے۔ (حضرت پیر غلام مجدد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۱۴۶

☆ جب تک انگریز اور ہندو کی سیاست اس ملک میں موجود ہے، اس

کے مقابلے کے لئے قائد اعظم محمد علی جناح مسلمانانِ ہند کے بہترین رہنما اور ترجمان ہیں۔ (مولانا بشیر اخگر) ۱۴۷

☆ قائد اعظم مسلمانوں کے لئے خدائی عطیہ ہیں، ان کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ہندو کانگریس کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کرو، ان شاء اللہ کامیابی مسلم لیگ کی ہوگی اور پاکستان بن کر رہے گا۔ (مولانا ابوالنور بشیر) ۱۴۸

سنی علماء و مشائخ قائد اعظم مرحوم سے وقتاً فوقتاً ملاقاتیں کر کے مختلف مسائل پر تبادلۂ خیالات کرتے اور انہیں جلسوں میں تشریف لانے کی دعوت دیتے، حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک انٹرویو میں بتایا:

> "جناح صاحب سے میری ملاقات پاکستان بننے سے قبل کاٹھیاواڑ کے مشہور شہر گونڈل میں ہوئی جہاں وہ روزنامہ "ڈان" کے چندے کی فراہمی کے لئے گئے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے پاکستان میں اسلامی قانون جاری کرنے سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فوراً ہی کتاب و سنت کی روشنی میں قانون بنانے کا یقین دلایا"۔ ۱۴۹

حضرت شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۹۔ اپریل ۱۹۳۸ء کو کلکتہ میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی جس کی صدارت قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرما رہے تھے۔ اس عظیم الشان اجلاس میں شیخ القرآن علامہ عبد الغفور صاحب ہزاروی نے اسٹیج پر پرجوش و دل پذیر تاریخی خطاب فرمایا اور "تحریک نیلی پوش" کو باقاعدہ طور پر ختم کر کے

جملہ اراکین کی مسلم لیگ میں شرکت کا اعلان فرمایا۔ آپ کا یہ خطاب اتنا پر اثر تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ قائد اعظم اور قائد اہل سنت کی پہلی ملاقات تھی، پھر یہ سلسلہ رواں دواں ایک تحریک بن گیا۔ قائداعظم آپ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بے پناہ مصروفیات کے باوصف آپ کی درخواست کو قبول فرما کر وزیر آباد شہر میں تشریف آوری کو قبول کیا۔ ۱۵۰

تحریک پاکستان کے دوران قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختلف رہنماؤں اور کارکنوں کو بے شمار خطوط لکھے جن میں سے اکثر شائع ہو چکے ہیں لیکن افسوس کہ سنی علماء و مشائخ اور قائداعظم کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی تھی وہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے، بعض شائع بھی ہوئے تو اخبارات و رسائل کی زینت بنے جو عام طور پر ایک خاص مدت گزرنے کے بعد ضائع ہو جاتے ہیں، اور کہیں محفوظ بھی ہو جائیں تو کسی کے پاس انہیں کھنگالنے کا وقت نہیں ہوتا، ضرورت اس بات کی ہے کہ ان خطوط کو خاص ترتیب کے ساتھ جدید انداز میں کتابی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ لوگوں کو علم ہو سکے کہ تحریک پاکستان کے دوران سنی اکابرین کو قائداعظم کا کس قدر قرب حاصل تھا اور قائد ان کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

آخر میں پاکستان کے متعلق سنی قائدین کے چند ارشادات پیش خدمت ہیں:

☆ کیسی ناپاک تعلیم ہے جو پاکستان کے تصور سے لرز اٹھے اور پاکستان

میں جس کو اپنی زندگی محال نظر آئے، اسلامی تلوار کی آزادی میں اپنی موت معلوم ہو، کیا سنیوں کی سنیت اور مسلمانوں کی اسلامی غیرت اب اس قومی و دینی جرم کو برداشت کر سکتی ہے کہ ایسی درس گاہ کو مدد دے کر اس کو زندہ رکھا جائے، ہرگز نہیں۔ (رئیس المتکلمین سید محمد اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۱۵۱

☆ حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سن لیں کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں، انہوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے، اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مطالبہ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی۔ بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو گالیاں دیتے ہیں لیکن انہوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا، یہ ان کے سچا رہنما ہونے کا ثبوت ہے۔ (حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۱۵۲

☆ ہندوستان میں پاکستان بنے گا اور ضرور بنے گا، حکومت برطانیہ مجبور ہوگی کہ پاکستان کی تصدیق کر دے اور بالآخر ہندو خود مجبور ہوں گے کہ اسے منظور کر لیں اور مسلمان جب تک زندہ ہے اور دس کروڑ نفوس میں سے ایک فرد واحد بھی باقی ہے، وہ انگریز کی غلامی سے نکل کر ہندوؤں کی غلامی ہرگز قبول نہیں کریگا۔ (ابوالبرکات حضرت سید محمد فضل شاہ جلالپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۱۵۳

☆ آپ سب کو میں وہی بات کہہ دینا چاہتا ہوں جو ایک ہفتہ قبل قائد اعظم سے کہی تھی کہ اگر مسلم لیگ اپنے مطالبہ پاکستان سے ہٹ گئی تو کیا پرواہ مگر آل انڈیا سنی کانفرنس مطالبہ پاکستان سے نہیں ہٹ سکتی، اگر خدا نے چاہا اور اس کے مقدس حبیب ﷺ کو منظور ہوا تو ہم ہر ممکن طریق پر پاکستان حاصل کر کے

رہیں گے۔ (مولانا عبد الحامد بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)۱۵۴

☆ہم طے کر چکے ہیں کہ ہندوستان کی سرزمین میں ایک ہی جھنڈا بلند ہو اور وہ جھنڈا اسلام کا ہو، ہم پاکستان چاہتے ہیں اور پاکستان حاصل کر کے رہیں گے اور پاکستان کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔ (عبد الحامد بدایونی)۱۵۵

☆پاکستان کے ہم حامی ہیں ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں قرآن حکیم کے احکامات نافذ ہوں، جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی واجب العمل ہو اور شریعت مقدسہ کے مطابق فیصلے ہوں۔ جہاں پاک لوگ بسیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ارکان اسلام کی توہین نہ ہو، جہاں مساجد و مقابر کی حرمت کو ملحوظ رکھا جائے، جہاں لامذہبیت اور دہریت کی بنیادیں اکھاڑ پھینک دی جائیں، ایسے پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے اگر جان تک بھی کام آئے گی تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔ (مولانا ظہور الحسن درس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)۱۵۶

تحریک پاکستان کے متعلق حضرت حکیم اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات اور ان پر مختصر تبصرہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، اس سلسلہ میں ان کے ملفوظات کو ریکارڈ پر لانا ضروری ہے، نیز حضرت حکیم صاحب کی تحریک سے متاثر ہو کر موضوع زیر بحث پر جتنے مقالات لکھے گئے اور جو کتب منظر عام پر آئیں ان کی ایک جامع فہرست مرتب کی جائے تاکہ مستقبل کے مؤرخ کے لئے حکیم صاحب کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے بنیادی مآخذ کے طور پر یہ فہرست اس کے لئے ممد و معاون ثابت ہو۔

حواشی

۱۔ ماہنامہ "ساحل" کراچی، مارچ ۱۹۹۳ء

۲۔ ہفت روزہ "آئین" لاہور، ۸ ستمبر ۱۹۶۷ء، ص ۵

۳۔ ماہنامہ "ساحل" کراچی، مارچ ۱۹۹۳ء، ص: ۲۳

۴۔ ابو الاعلیٰ مودودی: تجدید و احیائے دین، اسلامک پبلی کیشنز لاہور۔ ۱۹۸۶ء ص ۱۲۸

۵۔ حسین احمد دیوبندی، مولوی: نقش حیات، دارالاشاعت کراچی، ص ۴۱۹

۶۔ محمد اسماعیل پانی پتی، مولوی: مقالات سر سید حصہ نہم، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۴۲

۷۔ حیرت دہلوی، مرزا: حیات طیبہ، اسلامی اکادمی، لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۳۱

۸۔ ایضاً ص ۴۳۰ ۹۔ ایضاً: ۴۳۱ ۱۰۔ ایضاً: ۲۰_۴۲۱

۱۱۔ محمد حسین، مولوی: الاقتصاد فی مسائل الجہاد، مکتبہ الجمال چک ۱۱۴ آر۔۱۰، خانیوال، ص ۴۹

۱۲۔ صدیق حسن خان بھوپالی، نواب: ترجمان وہابیہ، مطبع محمدی لاہور ۱۳۱۲ھ، ص ۵۲_۵۱

۱۳۔ محمد اسماعیل پانی پتی، مولوی: مقالات سر سید حصہ نہم، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۱۴۸

۱۴۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: مولانا محمد احسن نانوتوی، روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی کراچی، ۱۹۶۶ء، ص ۵۰

۱۵۔ صلاح الدین یوسف، حافظ: تحریک جہاد جماعت اہلحدیث اور علمائے احناف،

ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ ۱۹۸۶ء، ص ۶۸

۱۶۔ عبدالرشید ارشد: بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ لاہور ۱۹۸۶، ص ۱۹۲ حاشیہ

۱۷۔ محمد عاشق الٰہی میرٹھی، مولوی: تذکرۃ الرشید، جلد اول، مکتبہ مدنیہ لاہور، ص ۷۳، ۱۸۔ ایضاً ص ۷۵۔۷۴، ۱۹۔ ایضاً: ۷۶

۲۰۔ ایضاً: ص ۷۳ ۲۱۔ ۲۲۔ ایضاً ۷۹۔۸۰

۲۳۔ محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان حصہ دوم (مقدمہ) نوری بکڈپو لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۵

۲۴۔ ماہنامہ "فیضان" فیصل آباد، اگست ۱۹۷۸ء، ص ۳۹

۲۵۔ ماہنامہ "ترجمان اہل سنت" کراچی ستمبر ۱۹۸۲ء، ص ۲۳

۲۶۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: مولانا محمد احسن نانوتوی، روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی کراچی ۱۹۶۶ء، ص ۲۱۷

۲۷۔ نذیر نیازی، سید: اقبال کے حضور، اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۸۱، ص ۲۶۱

۲۸۔ محمد سرور: افادات وملفوظات، مولانا عبیداللہ سندھی، سندھ ساگر اکادمی پاکستان لاہور۔ ۱۹۸۷ء، ۳۸۲

۲۹۔ محمد میاں، مولوی: علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے حصہ اول مکتبہ شیخ الاسلام رحیم یارخان، ص ۲۰۲

۳۰۔ محمد انوار الحسن، پروفیسر: حیات عثمانی، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۱۹۸۵ء، ص ۱۵۷۔۱۵۸

۳۱۔ حبیب احمد، چودھری: تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، البیان لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۲۵

۳۲۔ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، علامہ: رسائل رضویہ جلد دوم، مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۴۲

۳۳۔ ایضاً ص ۱۴۴

۳۴۔ ابوالاعلیٰ مودودی : سود، مکتبہ جماعت اسلامی لاہور ۱۹۴۸ء ص ۷۷۔۷۸ حاشیہ

۳۵۔ رشید احمد گنگوہی، مولوی : فتاویٰ رشیدیہ، ایم ایچ سعید کمپنی کراچی ۱۹۷۳ء ص ۱۸۲

۳۶۔ حسین احمد دیوبندی، مولوی : سفرنامہ شیخ الہند، ستار پریس دہلی ص ۱۱۰

۳۷۔ پروین روزینہ : جمعیۃ العلماء ہند جلد اول، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد ۱۹۸۰ء ص ۲۰۳

۳۸۔ رئیس احمد جعفری : اوراق گم گشتہ، محمد علی اکیڈمی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۱۵۹

۳۹۔ اشرف علی تھانوی، مولوی : تحذیر الاخوان عن الربوا فی الہندوستان، اشرف المطابع تھانہ بھون ص ۸

۴۰۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ : اندھیرے سے اجالے تک، مرکزی مجلس رضا ۱۹۸۵ء ص : ۲۱۴

۴۱۔ محمد صدیق حسین، نواب : ترجمان وہابیہ، مطبع محمدی لاہور ۱۳۱۲ھ ص ۱۵

۴۲۔ محمد حسین بٹالوی، مولوی : الاقتصاد فی مسائل الجہاد، مکتبہ الجمال چک R۔۱۰۔۱۱۴ تحصیل خانیوال، ص ۱۹

۴۳۔ فضل حسین بہاری : الحیاۃ بعد المماۃ، المکتبۃ الاثریۃ، سانگلاہل ۱۹۸۴ء، ص ۸۰

۴۴۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، اندھیرے سے اجالے تک، مرکزی مجلس رضا ۱۹۸۵ء ص : ۲۱۵

۴۵۔ ابوالاعلیٰ مودودی : رسائل و مسائل حصہ چہارم، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۱ء ص ۱۹۳۔۱۹۴

۴۶۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر : مقدمہ "پاکستان میں آئین کی تدوین اور جمہوریت کا

مسئلہ" از پروفیسر خورشید احمد، مکتبہ معاویہ کراچی ۱۹۷۰ء ص ۱۴

۴۷۔ مجلہ "معارف رِضا" کراچی ۱۹۸۵ء ص ۸۵۔ ۸۴

۴۸۔ محمد مرید احمد چشتی: جہانِ رِضا، مرکزی مجلس رِضا لاہور ۱۹۸۱ء ص ۱۲۵

۴۹۔ مجلہ امام احمد رِضا کانفرنس کراچی ۱۹۹۰ء، ص ۳۷

۵۰۔ ہفت روزہ "الفتح" کراچی ۲۸ ر مئی، ۴ ر جون ۱۹۷۶ء، ص ۱۸

۵۱۔ ماہنامہ "ساحل" کراچی، مارچ ۱۹۹۳ء، ص: ۲۵

۵۲۔ ایضاً: ص ۲۵

۵۳۔ پندرہ روزہ "ندائے اہل سنت" لاہور یکم تا ۱۵ ر اکتوبر ۱۹۹۱ء، ص ۹

۵۴۔ ماہنامہ "ساحل" کراچی، مارچ ۱۹۹۳ء، ص: ۲۳

۵۵۔ ماہنامہ "ساحل" کراچی، مارچ ۱۹۹۳ء، ص: ۲۴

۵۶۔ عبدالنبی کوکب، قاضی: مقالات یوم رِضا حصہ اول، دائرۃ المصنفین لاہور ۱۹۶۸ء ص ۹۴

۵۷۔ ایضاً: ص ۹۵

۵۸۔ کاش البرنی: مسلم انڈیا، سٹار لائٹ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱۹۴۳ء، ص ۱۵۹

۵۹۔ محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۱، ص ۱۴۷

60. J. F. C. Fuller: India in Revolt, Eyre and spotiswoode Publications Limited London. P.160

۶۱۔ مجلہ "برگ گل" کراچی ۱۴۰۱ھ، جوہر نمبر ص ۳۸۷

۶۲۔ ایچ۔ بی۔ خان: برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، اسلام آباد ۱۹۸۵ء، ص ۱۴۵

۶۳۔ انوار الحسن: تجلیات عثمانی حوالہ مکتوبات امام احمد رِضا بریلوی مع تنقیدات و تعاقبات از پروفیسر محمد مسعود احمد، مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۱۲۳

۶۴۔ محمد سلیمان اشرف، پروفیسر: الرشاد، مکتبہ رضویہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۷۰

۶۵۔ ماہنامہ "رضوان" لاہور مئی ۱۹۸۹ء، ص ۱۰

۶۶۔ رئیس احمد جعفری: اوراق گم گشتہ، محمد علی اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۳۵۴

۶۷۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر: تذکرہ مظہر مسعود، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۵۲۰

۶۸۔ احمد رِضا خان، امام: انفس الفکر فی قربان البقر، مطبع اہل سنت و جماعت بریلی، ص ۱۹، اسی رسالہ میں فاضل بریلوی کا تفصیلی فتوٰی موجود ہے (مرتب غفرلہ)

۶۹۔ عبد النبی کوکب، قاضی: مقالات یوم رِضا حصہ اول، دائرۃ المصنفین لاہور ۱۹۶۸ء ص ۹۴۔ ۹۳

۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ایضاً: ص ۹۷ تا ۱۰۰

۷۳۔ محمد ادریس، مولوی: خطبات مدنی، کتب خانہ مجیدیہ ملتان، ص ۴۸۰

۷۴۔ رئیس احمد جعفری: "قائداعظم اور ان کا عہد" مقبول اکیڈمی، لاہور، ص ۸۶

۷۵۔ جی الانہ: قائداعظم جناح ایک قوم کی سرگزشت، فیروز سنز لاہور ۱۹۶۷ء، ص ۱۹۷

۷۶۔ عبدالماجد دریابادی، مولوی: معاصرین، مجلس نشریات اسلام کراچی، ص ۴۹

77. Jawahar Lal Nehru: An Autobiography, John Lane the Bodley Head London 1936, p. 119

۷۸۔ رشید محمود، راجا: تحریک ہجرت (۱۹۲۰ء) مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۸۶، ص ۳۲

۷۹۔ پروین روزینہ: جمعیت علمائے ہند: جلد اول، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، اسلام آباد، ۱۹۸۰ء، ص: ۷۴

۸۰۔ محمد عدیل عباسی، قاضی: تحریک خلافت، پروگریسو بکس، لاہور، ۱۹۸۶ ص: ۱۷۰

۸۱۔ مجلہ برگ گل، کراچی، ۱۴۰۱ھ، جوہر نمبر، ص: ۱۹۴

۸۲۔ اصغر حسین، مولوی: حیات شیخ الہند، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۷۷، ص ۱۸۱

۸۳۔ تحریک ترک موالات کی مخالفت کی وجہ سے نیشنلسٹ مولویوں کی طرح، مولوی محمد علی جوہر بھی علامہ اقبال سے ناراض تھے اور انہیں "اقبال مرحوم" کہنے لگے تھے (مجلہ علم و آگہی، کراچی، ۷۹۔۱۹۷۸، خصوصی شمارہ ص: ۲۴۷)

۸۴۔ محمد احمد خان: اقبال کا سیاسی کارنامہ، اقبال اکیڈمی، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص: ۶۳۹۔ علامہ اقبال مرحوم تحریک خلافت کے بھی مخالف تھے، تفصیل کے لئے دیکھئے:

ا۔ محمد اقبال، علامہ: مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خان، اقبال اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۵۴۵

ب۔ رئیس احمد جعفری: اقبال اور سیاست ملی، اقبال اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص: ۱۲۰

ج۔ رشید محمود، راجا: تحریک ہجرت (۱۹۲۰ء) مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۸۶، ص ۲۳

۸۵۔ محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص: ۱۴۶

۸۶۔ رئیس احمد جعفری: اوراق گم گشتہ، محمد علی اکیڈمی، لاہور، ۱۹۶۸ء، ص: ۴۹

۸۷۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر: مکتوبات امام احمد رضا خان مع تنقیدات و تعاقبات، مکتبہ نبویہ، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص: ۱۱۷

۸۸۔ نور احمد، سید: مارشل لاء سے مارشل لاء تک، دار الکتاب، لاہور، ص: ۱۴

۸۹۔ اشرف علی تھانوی، مولوی: الافاضات الیومیہ، حصہ ششم، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ص: ۲۰۵

90.Khalid. B. Sayeed.Pakistan the formative Phase, Oxford University Press, Karachi. 1978, P.148

۹۱۔ ابو سلمان شاہجہان پوری: مولانا ابو الکلام آزاد ایک شخصیت ایک

مطالعہ، پروگریسو بکس، لاہور، ص : ۱۰۳

۹۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر : تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، رِضا پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص : ۱۳۰

۹۳۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر : وے صورتیں الٰہی، قومی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۷۶ء ص : ۱۰۳

94. Abdul Hamid: Muslim Sepratism In India, Oxford University Press, Lahore, 1971, P- 148

۹۵۔ رشید محمود، راجا : تحریک ہجرت (۱۹۲۰ء) مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۸۶ء، ص ۳۵

۹۶۔ عبدالحمید جہاد زندگی، فیروز سنز لاہور ۱۹۷۳ء ص ۷۵۔ ۲۷۴

۹۷۔ محمد امین زبیری : سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۱۴۷

98. J.E. Woolacott: India on Trial, Macmillan and company Limited London 1929, P.115

۹۹۔ الف، رئیس احمد جعفری : "قائداعظم اور ان کا عہد" مقبول اکیڈمی ص ۸۶

B. Aziz Beg: Jinnah and His Times , Babur and Amer Publications Islamabad, P- 348

۱۰۰۔ غلام معین الدین نعیمی، مولانا : حیات صدر الافاضل، ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور، ص ۹۹

۱۰۱۔ فیض احمد فیض، مولانا : مہر منیر، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور، ص ۲۷۴

۱۰۲۔ تاج الدین احمد تاج، منشی : ہندوؤں سے ترک موالات، مکتبہ رضویہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۸

۱۰۳۔ محمد سلیمان اشرف، پروفیسر : الرشاد، مکتبہ رضویہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۵۔ ۱۶

۱۰۴۔ محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا : مجموعہ افاضات صدر الافاضل، ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور، ص ۳۴۔ ۳۳

۱۰۵۔ احمد رِضا خان، امام : فتاویٰ رضویہ، جلد ششم مطبوعہ مبارکپور، ص ۹۹۔ ۹۸

۱۰۶۔ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، مولانا: رسائل رضویہ، جلد دوم، مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۹۵

۱۰۷۔ ایضاً، ص ۲۰۲ ، ۱۰۸۔ ایضاً: ص ۸۶۔۸۵

۱۰۹۔ عبدالنبی کوکب، قاضی: مقالات یوم رضا حصہ اول، دائرۃ المصنفین لاہور ۱۹۶۸ء ص ۴۔۱۰۳

۱۱۰۔ ماہنامہ "ساحل" کراچی، مارچ ۱۹۹۳ء

۱۱۱۔ ماہنامہ "انوار الفرید" ساہیوال، نومبر دسمبر ۱۹۸۲ء، فرید العصر نمبر ص ۶۰۔۵۹

۱۱۲۔ ماہنامہ "ساحل" کراچی، مارچ ۱۹۹۳ء

۱۱۳۔ ماہنامہ "ساحل" کراچی، مارچ ۱۹۹۳ء

۱۱۴۔ ماہنامہ "ساحل" کراچی، مارچ ۱۹۹۳ء

۱۱۵۔ ماہنامہ "طلوع اسلام" دہلی، مارچ ۱۹۳۹ء، ص ۹۸

۱۱۶۔ ماہنامہ "طلوع اسلام" دہلی، اپریل ۱۹۴۰ء، ص ۷۷

۱۱۷۔ ماہنامہ "قائد مراد آباد" ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ، کمال نمبر ص ۴۸

۱۱۸۔ رئیس احمد جعفری: "قائد اعظم اور ان کا عہد" مقبول اکیڈمی ص ۷۶

۱۱۹۔ حسین احمد دیوبندی، مولوی: مسئلہ قومیت اور اسلام، المحمود اکیڈمی لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۸۰

۱۲۰۔ ضیاء الحامدی، مولانا، پاکستان اور کانگرسی علماء کا کردار، مکتبۃ الرضا، لاہور، ص ۲۰

۱۲۱۔ محمد طاہر قاسمی: مکالمۃ الصدرین، مکتبہ حبیبیہ لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۱۲

۱۲۲۔ حبیب احمد چودھری: تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، البیان، لاہور، ۱۹۶۶ء ص ۵۷۴

۱۲۳۔ محمد جلال الدین قادری: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مکتبہ رضویہ گجرات،

۱۹۷۸، ص ۶۴

۱۲۴۔ شورش کاشمیری : خطبات احرار، مکتبہ مجاہدین احرار لاہور ۱۹۴۴ء، ص ۸۳

۱۲۵۔ ایضاً : ص ۹۹

۱۲۶۔ حبیب احمد چودھری : تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، البیان لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۸۴۔۸۸۳

127. Report of the court of Inquiry- Disturbance 1953, Govt. Printing Punjab Lahore 1954, P-256

۱۲۸۔ ولی مظہر ایڈووکیٹ : عظیم قائد عظیم تحریک، جلد دوم، شہری مسلم لیگ ملتان، ص ۷۳۷

۱۲۹۔ ماہنامہ ”السواد الاعظم“ مراد آباد، شوال ۱۳۵۰ھ، ص ۱۳

۱۳۰۔ آفتاب احمد قرشی، حکیم : کاروان شوق، ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب، لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۲۲۳

۱۳۱۔ الف : ماہنامہ ”رضائے مصطفیٰ“ گوجرانوالہ مارچ ۱۹۸۱ء، ص ۱۷

ب : ہفت روزہ ”الہام“ بہاولپور۔ ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء، ص ۷

ج : ماہنامہ ”ضیائے حرم“ لاہور، اپریل ۱۹۸۷ء، ص ۶۴

د : ماہنامہ ”رموز“ برمنگھم انگلستان اپریل ۱۹۸۸ء، ص ۲۴

۱۳۲۔ محمد صادق قصوری : انوار امیر ملت، مرکزی مجلس امیر ملت برج کلاں، قصور ۱۹۸۳ء، ص ۱۷

۱۳۳۔ ولی مظہر ایڈووکیٹ، عظمتوں کے چراغ، حصہ سوم، مجلس کارکنان تحریک پاکستان ملتان ۱۹۸۹ء، ص ۱۷۲

۱۳۴۔ ماہنامہ ”القول السدید“ لاہور جنوری ۱۹۹۴ء، ص ۷۰۔۶۹

۱۳۵۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم، رِضا پبلی کیشنز لاہور

۱۹۷۹ء، ص ۳۷

۱۳۶۔ محمد جلال الدین قادری، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مکتبہ رضویہ، گجرات ۱۹۷۸ء، ص ۴۰۔۳۹

۱۳۷۔ محمد صادق قصوری: امیر ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس، مرکزی مجلس امیر ملت برج کلاں، قصور ۱۹۸۳ء، ص ۱۷

۱۳۸۔ ہفت روزہ ”احوال“ کراچی، ۱۳۔۱۹ر اگست ۱۹۹۲ء ص ۳۳

۱۳۹۔ عبد الشاہد شیروانی: باغی ہندوستان (ضمیمہ) مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۳۴۶

۱۴۰۔ رشید محمود راجا: اقبال، قائد اعظم اور پاکستان، نذیر سنز پبلشرز لاہور ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۰

۱۴۱۔ عبد النبی کوکب: تحریک پاکستان اور علمائے اہل سنت، الاصلاح پبلی کیشنز، ساہیوال ۱۳۹۹ھ، ص ۱۳

۱۴۲۔ رئیس احمد جعفری: ”قائد اعظم اور ان کا عہد“ مقبول اکیڈمی، لاہور ص ۴۲۰

۱۴۳۔ محمد برہان الحق جبل پوری، مفتی: تحریک پاکستان کی ایک اہم دستاویز، مکتبہ رضویہ لاہور ۱۹۸۶ء، ص ۱۴

۱۴۴۔ رشید محمود راجا: اقبال، قائد اعظم اور پاکستان، نذیر سنز پبلشرز لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۱۲۳

۱۴۵۔ نجم الدین اصلاحی، مولوی: مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول، مکتبہ دینیہ دیوبند، ص ۲۶۰

۱۴۶۔ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور اگست ۱۹۸۳ء، آزادی نمبر ص ۱۱۔۲۱۰

147. Ikram Ali Malik: A Book of Reading on the History of the Punjab, Research Society of Pakistan, Lahore. 1970, P-578

۱۴۸۔ ولی مظہر ایڈووکیٹ : عظیم قائد عظیم تحریک، جلد دوم، شہری مسلم لیگ ملتان، ص ۸۸۵

۱۴۹۔ ماہنامہ ”ترجمان اہل سنت کراچی ستمبر اکتوبر ۱۹۷۵ء، ص ۴۳

۱۵۰۔ ماہنامہ ”رموز“ برمنگھم انگلستان اپریل ۱۹۸۸ء، ص ۲۴

۱۵۱۔ سید محمد محدث کچھوچھوی، رئیس المتکلمین : خطبہ صدارت، اہل سنت برقی پریس مراد آباد، ص ۱۶

۱۵۲۔ محمد صادق قصوری : امیر ملت اور ان کے خلفاء، مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ ۱۹۸۳ء ، ص ۴۶

۱۵۳۔ محمد عبدالغنی، ڈاکٹر : امیر حزب اللہ، ادارہ حزب اللہ جلال پور شریف، ۱۹۶۵ء، ص : ۴۰۶

۱۵۴۔ ہفت روزہ دبدبہ سکندری رامپور ۱۱ نومبر ۱۹۴۶، ص : ۳

۱۵۵۔ ہفت روزہ ”احوال“ کراچی ۱۶ تا ۲۲ اگست ۱۹۹۰ء، ص : ۴۱

۱۵۶۔ ہفت روزہ افق کراچی، ۱۰ تا ۱۶ ستمبر ۱۹۷۸ء، ص : ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا شاہ احمد رِضا خاں اور ان کے رفقاء کی سیاسی بصیرت

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ رستاخیز کے بعد ہندوؤں کی متعصبانہ، مسلم کش سیاست نے ایک ٹمٹماتے ہوئے ستارے کی طرح اپنا سفر شروع کیا۔

لیکن بیسویں صدی کے آغاز تک، بر عظیم پاک و ہند کے مطلع سیاست پر، ہندو لیڈروں کا اثر و رسوخ، آفتاب درخشاں بن کر چمک رہا تھا۔ گاندھی کی نقاب پوش سیاست نے ہندو مسلم اتحاد کے پردے میں، مسلمانوں کو سیاسی، دینی اور تہذیبی اعتبار سے قلاش کر کے رکھ دینے کے جو منصوبے تیار کئے تھے، بہت کم زعماء، ان کے مضمرات سے، بر وقت آگاہ ہو سکے تھے۔ تاہم علمائے دین کے بعض حلقوں میں، اس پر شدید اضطراب محسوس کیا جانے لگا۔ اگرچہ دوسری طرف بھی علماء ہی کی ایک کثیر تعداد تھی، جو اپنے مدارس و مکاتب اور تبلیغی اداروں کی تمام تر قوتوں سمیت، ہندو لیڈروں کی دعوت پر لبیک کہہ رہی تھی۔ اور ہندو مسلم اتحاد کی لَے میں، اپنے دینی و ملی شعائر کے معاملہ میں بھی کمزوری دکھائی جا رہی تھی۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے، کہ علماء ہی کی صفوں میں ایسے مردان

حق بھی موجود تھے جنھوں نے اس طاغوت کے سر پر ضرب کاری لگائی۔ اس سلسلے میں علمائے بریلی، حضرت مولانا احمد رضا خان قدس سرہ العزیز اور ان کے بعض رفقاء مثلاً مولانا سید سلیمان اشرف اور مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی خدمات بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ بر عظیم میں تحریک آزادی کی تاریخ، اور مسلمانان پاک و ہند کی تہذیبی و ثقافتی تاریخ میں دل چسپی لینے والے فضلاء اور طلبہ کے لئے، اس گوشے میں ایک اہم خزانہ ابھی تک محفوظ ہے۔ جسے تاحال منظر عام پر لانے کی طرف کما حقہ توجہ نہیں کی گئی۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس کے اسباب کی نشاندہی ممکن ہے تاہم اس موضوع پر کسی تفصیلی مقالے میں روشنی ڈالیں گے، سر دست ان سطور میں مذکورہ بالا علماء کی بعض تحریرات پیش کرنا مقصود ہے تاکہ اس موضوع پر کام کرنے والے اصحاب، متعلقہ ماخذ کو سامنے رکھ کر اس کام کو آگے بڑھا سکیں۔

سب سے پہلے مولانا سید سلیمان اشرف کی تالیف "النور" کے آغاز سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ مولانا سید سلیمان اشرف مرحوم مولانا شاہ احمد رضا قدس سرہ کے خلفاء میں سے تھے۔ مولانا کی یہ کتاب ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کو مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ نے شائع کیا تھا اور اس کے ٹائٹل پر یہ الفاظ درج ہیں:

"حالات حاضرہ پر ایک مصلحانہ نظر"

مولانا موصوف نے تین چار پیروں میں ۱۸۵۷ء سے اپنے دور تک کی، ہندو لیڈروں کی شاطرانہ سیاست کا جائزہ لیا ہے، لکھتے ہیں:

☆--- سن ستاون (۱۸۵۷ء) کا ہنگامہ اور ستارۂ صلاح و فلاح مسلمانانِ ہند کا غروب، مفہوم مرادف ہے۔ مسلمانوں کے اس تنزل سے، ان کی ہمسایہ قوم نے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش شروع کی اور بہت جلد مسلمانوں کے املاک اور دیگر جاہ و عزت کے سامان اہل ہنود کے دستِ تصرف میں آگئے۔ ہندوؤں کو جب اس طرف سے ایک گونہ اطمینان پیدا ہو گیا تب انہوں نے مسلمانوں کے مذہب پر حملہ آوری شروع کی۔ مظالم و جفاکاری کا ایک کوہ آتش فشاں تھا، جس سے انواع و اقسام کے شعلے پھٹ کر نکلتے اور جا جا مسلمانوں کی غیرت و حمیت کو، ان کے حقوق کے ساتھ خاکِ سیاہ کرنا چاہتے تھے۔

یوں تو مسلمانوں کا ہر رکن مذہبی اہل ہنود کو چراغ پا کر دینے کا کافی بہانہ تھا، لیکن بقر عید کے موقع پر گائے کی قربانی سے جو تلاطم اور ہیجان ان میں پیدا ہوتا ان کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے۔ لیکن غیر تمند مسلمان اپنے دینی وقار اور مذہبی استحقاق کے قائم رکھنے میں ہمیشہ استقلال و ہمت سے ان کی ستمگاریوں کی مدافعت کرتے رہے۔

محض سفاکی و بے رحمی کو چند سال کے تجربہ نے جبکہ ناکافی ثابت کیا تو اہل ہنود تدابیر و حیل کی آمیزش اپنی جفاکاری میں ضروری سمجھ کر تدلیس و تلبیس سے بھی کام لینے لگے۔ چنانچہ ۱۲۹۸ھ میں اہل ہنود نے ایک عبارت استفتاء مرتب کر کے بنام زید و عمر مختلف شہروں سے متعدد علمائے کرام کی خدمت میں روانہ کی۔

استفتاء میں اس امر پر زور دیا گیا تھا کہ موقع بقر عید پر گائے کی قربانی

جبکہ موجب فتنہ و فساد ہے اور امن عامہ میں کی وجہ سے خلل آتا ہے، اگر مسلمان گائے کی قربانی موقوف کر دیں تو کیا مضائقہ ہے؟

حضرات علماء نے نہایت مدلل طریقہ پر اس کا یہی جواب تحریر فرمایا کہ شریعت نے جو اختیار عطا فرمایا ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کا ہمیں حق حاصل ہے، خوفِ فتنہ ہو تو حکومت کی قوت کو متوجہ کرنا چاہیے۔ بہ پاسِ خاطر ہنود یا خوفِ ہنود اپنے دینی حق سے باز رہنا ہر گز روا نہیں۔

دو تین برس بعد پھر اسی قسم کا استفتاء جاری ہوا اور پھر دربار شریعت سے یہی فتویٰ صادر ہوا۔ مولانا المفتی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا رسالہ "أنفس الفكر في قربان البقر" ۱۲۹۸ھ کا تصنیف ہے اسے ملاحظہ فرمائیے، اور مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم مطالعہ کیجئے۔ ساری حقیقت واضح ہو جائے گی، اس کے بعد ۱۳۲۹ھ میں پھر اسی سوال کا اعادہ کیا گیا اور دار لافتاء سے اسی اگلے جواب کا افاضہ فرمایا گیا۔

گوپا اور مئو میں جب ہندوؤں نے ایک حشر عظیم بپا کا اور بعد قتل و غارت گری اور بے حرمتی مساجد، اس کوشش میں سرگرم ہوئے کہ حکام کچہری پر یہ ثابت کریں کہ قربانی گاؤ سے ہندوؤں کی دل آزاری ہوتی ہے اور گائے کی قربانی حسب اجازت مذہبِ اسلام نہیں۔ اس وقت علامہ چریاکوٹی، مولانا محمد فاروق صاحب عباسی نے ایک رسالہ چھپوا کر شائع فرمایا، جس میں دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اچھی طرح ثابت فرمادیا کہ اہلِ ہنود کا ادعائے باطل محض بے بیاد ہے۔ نیز واقعۂ مئو کی مستند تاریخ ایک مسدس کی نظم فرمائی جو ہندوؤں کے مظالم اور

مسلمانوں کی مظلومیت واستقامت کی ہو بہو تصویر ہے۔ یہ دونوں رسالے چھپ کر ملک میں شائع ہو چکے ہیں۔

اشارات صدر سے صرف اس قدر ثابت کرنا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے شعارِ دین کی توہین اور ارکانِ مذہبی کے نیست ونابود کرنے میں اپنی پوری جسمانی، مالی اور دماغی قوت گوناگوں طور پر صرف کرنے میں پچاس برس سے مسلسل ساعی وکوشاں ہیں۔ لیکن علمائے کرام اور عامہ مسلمین آج تک ان کے دامنوں میں پناہ لینے سے اظہار بیزاری کرتے ہیں۔" (النور: ص ۱۔۳)

اس کے بعد، آگے چل کر اس دور کا نقشہ کھینچا ہے۔ جبکہ کانگرس کے حامی علماء کی "مساعی جمیلہ" سے مسلمانوں کو رام کر لیا گیا تھا۔ اور ہندو تہذیب کے شعائر، مسلمانوں کے دینی نشانات پر غلبہ و تفوق پا رہے تھے اور یہ سب کچھ نام نہاد علماء کی سرپرستی اور نگرانی میں کیا جا رہا تھا۔

".....گائے کی قربانی، مسلمانوں سے چھڑائی جاتی ہے۔ موحدین کی پیشانیوں پر قشقہ، جو شعار شرک ہے، کھینچا جاتا ہے۔ مساجد اہلِ ہنود کی تفرج گاہیں، مندر مسلمانوں کا ایک مقدس معبد ہے۔ ہولی شعارِ اسلام ہے جس میں رنگ پاشی اور وہ بھی خاص اہلِ ہنود کے ہاتھوں سے جبکہ وہ نشۂ شراب میں بدمست ہوں عجب دل کش عبادت ہے۔ بتوں پر ریوڑیاں چڑھانا ہار پھولوں سے انہیں آراستہ کرنا پھولوں کا تاج اصنام کے سروں پر رکھنا خالص توحید ہے۔ یہ سارے مسائل ان صورتوں میں اس لئے ڈھل گئے کہ ہندوؤں کی دل نوازی اور استرضا سے زیادہ اہم نہ توحید ہے نہ رسالت نہ معاد۔ نعوذباللہ ثم نعوذباللہ!" (النور، ص: ۸)

حضرت مولانا احمد رضا خان قدس سرہ نے اس زمانے میں اپنی معرکۃ الآراء کتاب "المحجة المؤتمنة" تالیف فرمائی تھی۔ اس کا حسب ذیل اقتباس یہ ظاہر کرے گا۔ کہ بعض مسلمان زعماء، ہندو مسلم اتحاد کے پردے میں، دراصل ہندو تہذیب کی غلامی کے راستے پر گامزن ہو چکے تھے:

"جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری، پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خودداری! وہ تمہیں ملیچھ جانیں تمہارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے گندی ہو جائے۔ سودا بیچیں تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں، پیسے لیں تو دور سے، یا پنکھا وغیرہ پیش کر کے اس پر رکھوا لیں۔ حالانکہ بحکم قرآن خود ہی نجس ہیں اور تم ان نجسوں کو مقدس و مطہر بیت اللہ میں لے جاؤ۔ جو تمہارے ماتھا رکھنے کی جگہ ہے وہاں ان کے ننگے قدم رکھواؤ۔ گندے پاؤں رکھواؤ۔ مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا۔ محبت مشرکین نے اندھا بہرا کر دیا۔ ان باتوں کا ان سے کیا کہنا جن پر حبك الشئ يعمي و يصم کا رنگ بھر گیا۔ سب جانے دو۔ خدا کو منہ دکھانا ہے یا ہمیشہ مشرکین ہی کی چھاؤں میں رہنا ہے۔ جواز تھا تو یوں کہ کوئی کافر۔۔۔۔۔ مثلاً اسلام لانے یا اسلامی تبلیغ سننے یا اسلامی حکم لینے کے لئے مسجد میں آئے یا اس کی اجازت تھی کہ خود سر مشرکوں، نجس بت پرستوں کو مسلمانوں کا واعظ بنا کر مسجد میں لے جاؤ۔ اسے مسند مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بٹھاؤ۔ مسلمانوں کو نیچے کھڑا کر کے اس کا وعظ سناؤ۔ کیا اس کے جواز کی کوئی حدیث یا کوئی فقہی روایت تمہیں مل سکتی ہے۔ حاشا ثم حاشا۔ للہ انصاف! کیا یہ اللہ و رسول سے آگے بڑھنا شرعِ مطہر پر افترا گھڑنا، احکام الٰہی دانستہ بدلنا، سؤر کو بکری بتا کر نگلنا نہ ہو گا؟ (المحجۃ المؤتمنۃ: ۸۴)

فاضل بریلوی کے بیان فرمودہ حقائق کی ایک جھلک میرے بہت سے بزرگوں اور دوستوں نے اس وقت دیکھی جبکہ گروہ علماء نے مسٹر گاندھی کو جامع مسجد شیخ خیر الدین امرتسر میں لاکر منبر رسول پر بٹھایا اور خود اس کے قدموں میں بیٹھے۔ اور یہ دعا کی گئی کہ "اے اللہ تو گاندھی کے ذریعے اسلام کی مدد فرما۔" (معاذ اللہ)

بات یہاں تک ہی نہیں رہی تھی۔ اس وقت کے ایک جید عالم نے یہ کہہ دیا۔

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت
رفتی و نثار بت پرستے کر دی

ایک بہت بڑے لیڈر نے یہ گوہر افشانی فرمائی کہ "زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا کو راضی کرو گے۔"

بھائیو! خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو۔ اگر ہم اس رسی کو مضبوط پکڑ لیں گے تو چاہے دین ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے مگر دنیا ہمیں ضرور ملے گی" ایک جلسہ میں یہ، یہ کہا گیا "اے اللہ ہم سے ایک نیک کام ہو گیا ہے کہ میں اور مہاتما گاندھی یقینی بھائی ہو گئے ہیں۔ (النور، ص: ۲۲۶۔۲۲۷)

اس خوفناک سازش کے خلاف سب سے پہلے جس نے صدائے احتجاج بلند کی وہ فاضل بریلوی کی ذات گرامی اور ان کے خلفاء تھے۔ مسٹر گاندھی نے علماء پہ جو فسوں کر دیا تھا حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کو اس کے قلق کا اندازہ صرف اس واقعے سے خوبی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی وفات حسرت آیات کے

وقت جو وصایا ارشاد فرمائے ان میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ گاندھی کے پیرکاروں سے جو یہ سب بھیڑیئے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔

حضرت فاضل بریلوی اور ان کی تبلیغ سے سعید الفطرت علماء نے گاندھی کی پیروی ترک کر کے اعلانیہ توبہ کی۔ ان علماء میں سے حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ پھر ان کے مرید مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی۔ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ العزیز حضرت مولانا شاہ احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے ارشد خلفاء میں سے تھے۔ انہوں نے بھی ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ "حالاتِ حاضرہ" کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر فرمایا تھا جس میں ترکوں کی سلطنت کے مبتلائے مشکلات ہونے، اور اس کے ساتھ برعظیم کے مسلمانوں میں درد و کرب کی ایک لہر پیدا ہو جانے کو پس منظر میں رکھتے ہوئے، ایک درد مند اور بالغ نظر مبصر کی طرح، حالات کا جائزہ لیا ہے۔ اور مسلمان لیڈروں کو ان کی غلط روش پر متنبہ کیا ہے!

”۔۔۔ حالاتِ حاضرہ میں، سلطنت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کا معاملہ سب سے اہم ہے۔ جس نے تمام عالم اسلام کو بے چین کر دیا ہے اور اسلامی دنیا اضطراری یا اختیاری طور حرکت میں آگئی ہے، جوش کے تلاطم کی کیفیت نمایاں ہے اور نوعمر بچہ سے لے کر کبیر السن شیخ تک ہر شخص ایک ہی درد کا شاکی اور ایک ہی صدمہ کا فریادی نظرِ آتا ہے۔

سلطنت اسلامیہ کی تباہی و بربادی اور مقامات مقدسہ بلکہ مقبوضات

اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا ہر مسلمان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی و بربادی سے زیادہ اور بدرجہا زیادہ شاق اور گراں ہے اور اس صدمہ کا جس قدر بھی درد ہو کم ہے اور اس درد سے جس قدر بے چینی ہو تھوڑی ہے، مسلمانوں کا اقتدار خاک میں ملتا ہے ان کی سلطنت کے حصے بخرے کئے جاتے ہیں۔ ارض اسلام کا چپہ سے چپہ لڑ جاتا ہے قیامت نما زلازل بلاد اسلامیہ کو تہ وبالا کر ڈالتے ہیں۔ مقامات مقدسہ کی وہ خاک پاک جو اہل اسلام کی چشم عقیدت کے لئے طوطیا سے بڑھ کر کفار کے قدموں سے روندی جاتی ہے۔ حرمین محترمین اور بلاد طاہرہ کی حرمت ظاہری طور پر خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ مسلمانوں کے دل کیوں پاش پاش نہ ہو جائیں ان کی آنکھیں کیا وجہ ہے کہ خون کے دریا نہ بہائیں۔ سلطنت اسلامیہ کی اعانت و حمایت خادم الحرمین کی مدد و نصرت مسلمانوں پر فرض ہے۔ اسلام نے تمام مسلمانوں کو تن واحد کے اعضاء کی طرح مربوط فرمایا ہے، ایک عضو کی تکلیف کا اثر دوسرے اعضاء پر پڑتا ہے اور اعضائے رئیسہ کے صدمہ سے تمام بدن متاثر ہو جاتا ہے۔

چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

عالم اسلام کے ہر متنفس کا صدمہ دوسرے مسلمان کو محسوس ہونا چاہیے چہ جائیکہ سلطان المسلمین کا صدمہ خادم الحرمین کا درد۔

دوسرے ممالک میں کیا ہو رہا ہے یہ تو ہمیں معلوم نہیں۔ لیکن ہندوستان میں مسلمان برابر جلسہ کر کے پرزور تقریروں میں جوش کا اظہار کر

رہے ہیں۔ سلطنت برطانیہ سے ترکی اقتدار کے برقرار رکھنے کی درخواستیں کی جاتی ہیں۔ ترکی مقبوضات واپس دینے کے مطالبے کئے جاتے ہیں۔ اسی مقصد کے لئے رزولیوشن پاس ہوتے ہیں۔ وفد بھیجے جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تدبیریں کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہیں لیکن امید کے لمبے لمبے ہاتھ دل آرزدہ مسلمانوں کی گردنوں میں حمائل ہو کر انہیں جا جا لئے پھرتے ہیں، خدا کامیاب کرے مسلمانوں نے ان مساعی میں ضروری سمجھا ہے کہ ہندوؤں کو اپنے ساتھ شریک کریں اور اپنا ہم آواز بنائیں تاکہ ان کی صدا میں زور آئے اور سلطنت ان کی درخواست کان لگا کر سنے۔ اگرچہ یہ مسلمانوں کی شان کے خلاف ہے ؎

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بہ پائمردی ہمسایہ در بہشت

لیکن مذہب کا فتویٰ اس کو ممنوع لو ر نا جائز نہیں قرار دیتا۔ اور اس قدر جدوجہد جواز میں رہتی ہے۔

لیکن صورت حالات کچھ اور ہے اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندو ان کے ساتھ متفق ہو کر بجا ہے اور درست ہے، پکارتے، مسلمان آگے ہوتے اور ہندو ان کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے تو بیجا نہ تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں اور مسلمان آمین کہنے والے کی طرح ان کی ہر صدا کے ساتھ موافقت کر رہے ہیں۔ پہلے مہاتما گاندھی کا حکم ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے مولوی عبدالباری کا فتویٰ مقلد کی طرح سر نیاز خم کرتا چلا جاتا ہے، ہندو آگے بڑھتے ہیں اور مسلمان ان کے پیچھے پیچھے اپنا دین و مذہب ان پر نثار

کرتے چلے جاتے ہیں۔

پہلے تو ہندوؤں نے سود کے پھندوں میں مسلمانوں کی دولتیں اور جاگیریں لے لیں اب وہ مفلس ہو گئے اور کچھ پاس نہ رہا تو مقامات مقدسہ اور سلطنت اسلامیہ کی حمایت کی آڑ میں مذہب سے بھی بے دخل کرنا شروع کر دیا۔ نادان مسلمانوں نے جس طرح دریا دلی کے ساتھ جائیدادیں لٹائیں آج اسی طرح مذہب فدا کر رہے ہیں۔ کہیں ہندوؤں کی خاطر سے قربانی اور گائے کا ذبیحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں، ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں۔ اسلامی شعائر مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار (ٹریڈ مارک) نمایاں کیا جاتا ہے، کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے۔ معاذ اللہ۔

کروڑ سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کی جائیں۔ مذہب کسی سلطنت کی طمع میں برباد نہیں کیا جا سکتا، مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے بہت خوب فرمایا کہ لعنت ہے اس سلطنت پر جو دین بیچ کر حاصل کی جائے۔ ترکی سلطنت کی بقاء کے لئے مسلمان کفر کرنے لگیں، شعائر اسلام کو میٹ دیں۔ لا حول و لا قوۃ الا بالله اسلام ہی کے صدقہ میں تو اس سلطنت کی حمایت کی جاتی ہے ورنہ ہم سے اور ترکوں سے واسطہ مطلب۔ جو کوشش کی جائے اپنا دین محفوظ رکھ کر کی جائے۔۔۔۔۔ مگر ؎

إذا كان الغراب دليل قوم
سيهديهم طريق الهالكين

جب ہندو پیشوا ہوں اور مسلمان ان کی کورانہ تقلید پر کمر باندھیں پھر مذہب کا محفوظ رکھنا کیونکر ممکن ہے۔

مسلمانوں کی نادانی کمال کو پہنچ گئی۔ نصاریٰ کے ساتھ ہوئے تو اندھے ہو کر موافقتِ بلاد اسلامیہ میں جا کر لڑے، مسلمانوں پر تلواریں چلائیں۔ ان کے ملک ان سے چھین کر کفار کو دلائے، اب اس خود کردہ کا علاج کرنے چلے اور مشت بعد از جنگ یاد آیا تو ہندوؤں کی غلامی میں دین برابر کرنے پر تل گئے۔“

(حیات صدر الافاضل، ص: ۹۹-۱۰۲)

ان چند اقتباسات سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ ملک کے سیاسی و ملی مسائل میں، حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ اور ان کے رفقاء کا موقف کیا تھا۔ اور بالخصوص متحدہ ہندوستانی قومیت کی تحریک کا رد عمل، ان علماء کے ہاں کس شکل میں رونما ہوا۔ حضرت مولانا بریلوی نے گاندھی کے فسوں کو توڑنے کی جو کوششیں کی تھیں اور اپنے رفقاء و خلفاء کی جس انداز میں تربیت کی تھی اس کا نتیجہ ہے کہ حضرت کے تلامذہ، خلفاء اور متبعین نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت کے خلفاء میں سے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین اور حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی رحمہما اللہ نے تحریک پاکستان کو کامیاب کرنے کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ اور پاک و ہند کے ہر شہر میں اس کی شاخیں قائم کیں۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں تائید تحریک پاکستان کی خاطر ایک کانفرنس منعقد کی، جس میں پانچ ہزار کی کثیر تعداد میں علماء و مشائخ شریک ہوئے۔ اور سب نے پاکستان بنانے کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف

کرنے کا عہد کیا۔ مولانا مرادآبادی تو حمایت تحریک پاکستان می اس قدر سر گرمی دکھا رہے تھے کہ اس کی مثال محال ہے۔ مولانا اپنے ایک خط میں مولانا ابو الحسنات قادری علیہ الرحمۃ کو لکھتے ہیں :۔

”---- پاکستان کی تجویز سے ” جمہوریت اسلامیہ “ (آل انڈیا سنی کانفرنس کا دوسرا نام) کو کسی طرح دست بردار ہونا منظور نہیں، خود جناح اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔“ (حیات صدر الافاضل، ص: ۱۸۶)

غرضکہ حضرت فاضل بریلوی أعلی اللہ مقامہ پاکستان میں بسنے والے کل مسلمانوں کے محسن ہیں۔ کہ انہوں نے بروقت گاندھی کے خطرناک عزائم سے قوم کو آگاہ کیا اور سوادِ اعظم کے علماء و مشائخ کے ایک عظیم گروہ کی ایسی تربیت کر گئے کہ انہوں نے نہایت خلوص و دیانت کے ساتھ تحریک پاکستان کو کامیاب کیا۔

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا یہ مضمون ہر لحاظ سے نامکمل اور تشنہ ہے۔--- بہر حال میں نے مؤرخین کو تحریک پاکستان کے ایک فراموش شدہ مگر اہم باب کی طرف توجہ دلادی ہے۔

☆☆☆☆☆

مخالفینِ پاکستان

حسبِ فرمائش
پیرِ طریقت، راہبرِ شریعت حضرت صاحبزادہ
پیر محمد شفیع قادری علیہ الرحمۃ
سجادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ ڈھوڈا شریف (گجرات)

مؤلفہ

ابوالعلاء محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی علیہ الرحمۃ

جملہ حقوق محفوظ ہیں!

نام کتاب ــــ مخالفینِ پاکستان

تالیف ــــ مولانا ابو الحامد محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی علیہ الرحمۃ

باہتمام ــــ جملہ صاحبزادگان

ناشر ــــ قادری کتب خانہ تحصیل بازار ۹۰ سیٹھی پلازہ سیالکوٹ

ترئین ــــ (خطاط) محمد ارشد سلیم قادری (چنوں موم)

ضخامت ــــ ۶۴ صفحات

ابتدائیہ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مملکتِ خداداد پاکستان ربِ ذوالجلال کی نعمت ہے اِس ملک کے حصول کے لیے سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت کے مشائخِ عظام اور علماء کرام کا کافی حصہ ہے جو کہ مسلم لیگ میں شامل تھے۔ لیکن دوسری طرف کانگریس اور احرار دونوں جماعتیں پاکستان بنانے کی سخت مخالف تھیں ان دونوں جماعتوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے دیوبندی اور اہلحدیث علماء تھے۔

لیکن مقامِ افسوس ہے کہ تاریخ کو بدلتے ہوتے آج مخالفینِ پاکستان کو تحریکِ پاکستان کا مجاہد قرار دیا جاتا ہے جبکہ یہ کانگریس اور احرار کے نمک خوار تھے۔ اور پاکستان کی مخالفت میں انہوں نے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا تھا۔

اگر حکومت میں شامل حضرات بھی تاریخ پاکستان کو بدل کر پیش کریں تو مقامِ تعجب ہے اور پھر برسرِ اقتدار حضرات کا نوٹس نہ لینا مزید افسوس کن ہے اِس کتاب میں مستند تاریخی دستاویزات سے دیوبندی اور اہلحدیث علماء کی کانگریس نوازی اور پاکستان دشمنی کا ثبوت درج کیا گیا ہے۔ تاکہ نوجوان نسل مخالفینِ پاکستان اور محبانِ پاکستان کا تجزیہ کر سکے۔ آئے دن اخبارات میں حکومت کی طرف سے بھی یہ اعلان ہوتا رہتا ہے کہ مخالفین پاکستان کے ارادوں کو ناکام بنا دیا جائے گا۔ لیکن دوسری طرف حکومت میں ان علماء کا کافی دخل بھی ہے۔

ملکِ پاکستان میں آئے دِن تفرقہ بازی کی فضا کو ہوا دی جاتی ہے لیکن آج تک حکومت ان لوگوں کی نشاندہی نہیں کر سکی کہ یہ تفرقہ اور انتشار کی فضا پیدا کرنے والے کون ہیں؟ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جو علماء پاکستان کے مخالف تھے۔

آج وہ اِس مملکتِ خداداد کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتے۔ منبر و محراب سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے تفرقہ اور انتشار کی فضا پیدا کرتے ہیں۔ بیرون ممالک سے بھی ان کو امداد کا ملنا اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ اور یہ سب اہلسنّت وجماعت کی مخالفت میں ہی ہو رہا ہے

علماء اہلسنّت وجماعت نے کیونکہ یہ ملک بنایا ہے وہ ان کی حرکات بے باکیاں اور گستاخیاں برداشت کرتے ہوتے صرف دفاعی محاذ پر کام کر رہے ہیں۔

حکومت اور عوام کا فرض ہے کہ ان جماعتوں کے علماء اور تنظیموں پر کڑی نگاہ رکھے جن کے اکابر نے پاکستان کی مخالفت کی تھی۔

دیوبندی، غیر مقلد وہابیوں کے اکابر گورنمنٹ برطانیہ کے وفادار تھے۔

اسماعیل دہلوی کا فتویٰ

وہابیہ نجدیہ کے مرزا حیرت دہلوی نے اپنی کتاب حیاتِ طیبہ میں لکھا ہے کہ:

کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں ہے ایک تو ہم ان کی رعیت ہیں اور دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔ (تاریخ عجیبہ صـ۳ـ۷ دہلی، حیاتِ طیبہ صفحہ ۲۹۶ مطبوعہ دہلی)

حیاتِ طیبہ مولانا اسماعیل ... کی مکمل سوانحعمری مع مختصر سوانح امیر المسلمین سید احمد رائے بریلوی مولانا صاحب کے حسب و نسب اور زندگی بھر کے کارہائے نمایاں درج ہیں۔ توحید و سنت کی اشاعت میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا ذکر ہے آخر میں سکھوں کے ساتھ مذہبی جہاد اور لڑائیوں کا حال اور ان کی کیفیت درج ہے۔ مردہ قلوب کو حرکت میں لانا چاہتے ہو تو مطالعہ فرمائیں۔

(مصنفہ مرزا حیرت دہلوی) (اہلحدیث امرتسر ۲۹ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء)

مولوی محمد حسین بٹالوی نے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کی ممانعت کا فتوےٰ دیا۔ جسے پیش کیا جاتا ہے:

> ’ہم لوگوں کو رعایا گورنمنٹ انگلشیہ کو جو گورنمنٹ کے عہد و امن میں ہیں اور ان کی طرف سے شعارِ دین کے ادا کرنے میں خود مختار و آزاد ہیں اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا جائز نہیں ہے‘
>
> (اشاعۃ السنۃ ص۲۴ ضمیمہ نمبر۶ ج نمبر۲)

غیر مقلدین وہابیوں کے سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے فتوے کو بھی بٹالوی درج کیا ہے۔ کہ سید احمد صاحب، مولوی اسماعیل صاحب نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ اور مولوی اسماعیل صاحب نے کلکتہ میں برملا مجلسِ وعظ میں کہا کہ ہم کو انگریزوں سے جہاد کرنا جائز نہیں ہے‘

(اشاعۃ السنۃ ص۵ ضمیمہ نمبر۶ ج نمبر۲)

وہابیوں کے محدث بٹالوی نے صرف فتوے پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ انگریزوں کی حمایت کرتے ہوئے ان سے جہاد کی ممانعت پر ’الاقتصاد فی مسائل الجہاد‘ نامی کتاب لکھ دی۔

اور مسعود عالم ندوی رقمطراز ہیں:

> ’مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکارِ برطانیہ کی وفاداری میں جہاد کی منسوخی پر ایک مستقل رسالہ الاقتصاد فی المسائل الجہاد ۱۲۹۲ھ میں لکھا۔ انگریزی اور عربی زبانوں میں اُس کے ترجمے ہوئے۔ یہ رسالہ سر چارلس ایچی سن اور سر جیمس لائل گورنروں پنجاب کے نام معنون کیا گیا مولوی محمد حسین نے اپنی جماعت کے علماء سے رائے لینے کے بعد ۱۲۹۶ھ میں یہ رسالہ اشاعۃ السنۃ کی جلد دوم شمارہ گیارہ میں بطور ضمیمہ شائع کیا پھر مزید مشورہ و تحقیق کے بعد سن ۱۳۰۶ھ میں باضابطہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔‘ (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص۹۴ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۲۱۲)

وہابی کی بجائے اہلحدیث کہلانے کیلیے بٹالوی کا انگریزوں کی خوشامد کر کے منظوری لینا!

انگریز بٹالوی کے شکر گزار تھے۔ بٹالوی کو جاگیر بھی دی اور انعام سے بھی سرفراز کیا۔ بٹالوی نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے لیے وہابی کی بجائے اہلحدیث کا نام مروج و مشتہر کیا۔ انہوں نے باقاعدہ حکومتِ برطانیہ کی وفاداری کا اعلان کیا بٹالوی نے سرکاری تحریرات میں وہابی کی بجائے اہلحدیث لکھے جانے کے احکام جاری کرائے۔

محمد ایوب قادری لکھتے ہیں کہ:

> ‘اُنہوں نے ارکانِ جماعت اہلحدیث کی ایک دستخطی درخواست لفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ذریعے سے وائسرائے ہند کی خدمت میں روانہ کردی اس درخواست پر سرفہرست شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے۔ گورنر پنجاب نے وہ درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی۔ وہاں سے حسبِ ضابطہ منظوری آگئی۔ کہ آئندہ وہابی کی بجائے اہلحدیث کا لفظ استعمال کیا جائے’!
>
> (جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء از ایوب قادری)

قارئین کرام! اُس درخواست کا جواب اور منظوری اصل انگریزی مضمون کی درج کرنا ازحد مفید ہوگا۔ پڑھیے اور وہابیوں کی کارستانیوں کا اندازہ لگائیے!

درخواست کی منظوری انگریزی میں خود وہابیوں کے اخبار اہلحدیث امرتسر نے درج کی ہے:

A

No: 137.

FROM

W.M. Young Esqre,
Sectretary to the Government
of the Punjab.

To,

Moulvi Abu Said Mohammad Hussain
Editor of the 'Ashaat-ul-Sunnah'
Lahore.

D/Lahore 17th January 1887.

Sir,

In reply to your letter No, 195 of the 12th May last, asking that the use of the expression Wahabi in reference to member of the Community which you claim to represent may be prohibited in Government orders.

I am directed to forward the enclosed copy of a letter No 1755 dated the 3rd from the officiating secretary to the Government of India, in the Home Department,' the discontinuance of the use of the Term Wahabi in official correspondence.

I return the books Received with your

letter No. 547/ of the 21st September last, together with the original signed notice which you have been good enough to submit in your subsequent letters for the perusal of Government.

I have the to
be Sir
Your most obedt Servant
Sd/
for the Secretary to the
Government of the Punjab.

Copy of a letter No 1758 dated the 3rd December 1886 from the officiating secretary to the Government of the India Home department to the secretary Government of the Punjab.

ترجمہ: صاحب ڈبلیو۔ ایم ینگ بہادر سیکرٹری پنجاب گورنمنٹ بذریعہ چٹھی نمبری ۱۳۰ مورخہ ۱۹ جنوری سنہ ۱۸۸۶ء بنام مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ لاہور بجواب چٹھی نمبری ۱۹۵ مورخہ ۱۲ مئی سنہ ۱۸۸۶ء تحریر کرتے ہیں کہ حسب درخواست آپ کی کہ لفظ وہابی اس جماعت کے لیے سرکاری کاغذات میں استعمال نہ کیا جائے۔

۲۔ کتابیں جو آپ نے چٹھی نمبری ۵۴۷ مورخہ ۲۱ ستمبر سنہ ۱۸۸۶ء مع اصلی دستخط شدہ نوٹس جو آپ نے اپنے سابقہ خط کے ساتھ گورنمنٹ کے ملاحظہ کے لیے بھیجی تھیں واپس کی جاتی ہیں۔

چٹھی نمبری ۱۷۵۸ مورخہ ۳ دسمبر ۱۸۸۶ء از صاحب قائم مقام سیکرٹری گورنمنٹ ہند ہوم ڈیپارٹمنٹ بنام صاحب سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب بجواب آپ کی چٹھی نمبر ۱۰۴۴ مورخہ ۱۸ جون ۱۸۸۶ء آپ کو تحریر کیا جاتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر جناب سی آئی ایچی سن سے اتفاق رائے کرتے ہیں کہ آئندہ سرکاری خط و کتابت میں وہابی کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ص ۸۵۷ ۲۶ جون ۱۹۰۸ء)

نواب صدیق حسن کی تصدیق

امام الوہابیہ نواب صدیق حسن بھوپالوی کی کتاب ترجمان وہابیہ کے آخر میں اس درخواست کا اور انگریزوں سے اس کی منظوری کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے۔

'فرقہ موحدین لاہور نے صاحب بہادر موصوف کی روبکاری میں استدعا پیش کی کہ موحدین جو لفظ بدنام وہابی سے پکارے جاتے اور اطلاق اس لفظ کا عامۃً موحدین پر کیا جاتا ہے۔ سو بطور سرکاری اشتہار دیا جاوے کہ آئندہ فرقہ ہائے موحدین لفظ بدنام وہابی سے نہ مخاطب کیے جاویں۔ چنانچہ لفٹیننٹ گورنر بہادر موصوف نے اس درخواست کو منظور کیا اور پھر ایک اشتہار اس مضمون کا دیا گیا کہ موحدین ہند پر شبہ بدخواہی گورنمنٹ ہند عامۃً نہ ہو اور خصوص جو لوگ کہ وہابیان ملک ہزارہ سے نفرت ایمانی رکھتے ہوں اور گورنمنٹ ہند کے خیرخواہ ہیں۔ ایسے فرقہ موحدین مخاطب بہ وہابی نہ ہوں۔' (ترجمان وہابیہ ص ۹۲)

عبدالمجید سوہدروی کی تصدیق

غیر مقلدین حضرات کی معتبر شخصیت مولوی عبدالمجید سوہدروی جو کہ مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی کے شاگرد اور دیوبندیوں کے شیخ التفسیر احمد علی صاحب لاہوری کے داماد بھی تھے۔ نیز ایک عرصہ تک سوہدرہ تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ سے اخبار اہلحدیث اور مسلمان شائع کرتے رہے ہیں۔ جمعیت وہابیہ کے ذمہ دار عہدیدار بھی رہ چکے ہیں نے

بھی اپنی کتاب سیرت ثنائی میں بھی اس منظوری کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

> (بٹالوی نے) اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ اہلحدیث کی بہت خدمت کی لفظِ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا۔ اور جماعت کو اہلحدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔ (سیرت ثنائی ص ۳۷۲)

دیوبندی حضرات کی آماجگاہ اور مرکزی دارالعلوم دیوبند انگریز حکومت کا موافق اور اس کا ممد و معاون تھا۔

مدرسہ دیوبند انگریزی حکومت کے خلاف نہیں بلکہ موافقِ سرکار ہے

دیوبندی "مولوی احسن نانوتوی" کے سوانح نگار نے دیوبندیوں کے مرکزی مدرسہ "دیوبند" کے متعلق حکومتِ برطانیہ کے لفٹیننٹ گورنر کے ایک معتمد انگریز پامر نامی کا تاثر اس طرح درج کیا ہے کہ:

> "اس مدرسہ (دیوبند) نے یوماً فیوماً ترقی کی۔ ۳۱ر جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں۔
>
> جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے۔ وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلافِ سرکار نہیں بلکہ موافقِ سرکار ممد و معاون سرکار ہے۔" (مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۲۱۷ مطبوعہ کراچی)

ناظرین! جو مرکزی مدرسہ انگریزوں کا پٹھو ہو تو وہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے بھی یقیناً انگریزوں کے پٹھو اور نمک خوار ہوں گے۔ یہ دیوبندیوں کے ماتھے پر ایک ایسا بدنما داغ ہے جو قیامت تک نہیں اُتر سکتا

علماء اہلسنت وجماعت کا مطالبہ

مسلک اہلسنت وجماعت (بریلوی) کے علماء اکثر و بیشتر مرتبہ حکام بالا کو اس حقیقت سے باخبر کرتے رہتے ہیں کہ ہندوستان سے دیوبندی مولویوں کا آنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ مختلف بہانوں سے پاکستان آتے ہیں۔ دراصل ان کا آنا پاکستان میں تخریبی کارروائی کرانا مقصود ہے۔ دیوبندیوں نے پاکستان بننے کی سر توڑ مخالفت کی تھی۔ اور پاکستان کے قیام کا نعرہ بلند کرنے والی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی بہانگ دہل نہ صرف مخالفت ہی کی بلکہ اس پر طرح طرح کے فتوے لگاتے۔ نظریۂ پاکستان کا استہزا اڑایا اور طنزیں کیں۔ بلکہ جب پاکستان بن بھی گیا تب بھی اس کو بازاری عورت، پلیدستان، نجاکستان، سانپ اور گناہ جیسے نازیبا الفاظ سے یاد کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ ایسے حضرات ملک وملت کے کیسے خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔ حکومت کو ان پر کڑی نظر رکھنی چاہیئے اور دوسرے ممالک سے ان کی آمدورفت بند کرنی چاہیئے۔

دیوبندی وہابی مولویوں کا پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا کرنا

روزنامہ کوہستان لاہور نے اپنی ۲ نومبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ:

"بھارت سے ہر سال حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ احراری مولوی یا کانگریسی مولوی کو بھیجا جاتا ہے۔ جو پاکستان کے خلاف اور بھارت کے حق میں پراپیگنڈا کرتا ہے۔" (کوہستان ۲ نومبر ۱۹۵۶ء)

احرار علامہ اقبالؒ کے نظریہ کے مخالف تھے

مصور پاکستان علامہ اقبال مرحوم انگریز کے خلاف آواز اٹھاتے رہے اور یہ

دیوبندی مولوی انگریز سے وظیفہ حاصل کرتے رہے۔ اسی لیے خود دیوبندیوں احراریوں نے یہ حقیقت رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں تسلیم کی ہے کہ:

> "احرار اور علامہ اقبال کے نظریوں کے درمیان کھلا ہوا تصادم موجود تھا۔" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۷۸)

علامہ اقبالؒ علیہ الرحمہ کے حسین احمد مدنی کے متعلق اشعار

علامہ اقبال نے جب دیوبندی مولویوں کے سردار مولوی حسین احمد مدنی کے نظریات کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت کے خلاف پایا تو لکھا:

عجم ہنوز نہ داند رموزِ دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی است
بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

اسی لیے دیوبندی مولوی عامر عثمانی نے دیوبند سے ہی شائع ہونے والے اپنے ماہنامہ "تجلی" میں دیوبند مدرسہ کے متعلق ایک نظم شائع کی ہے جس کا عنوان ہے:

دیوبند سے

کیا گردشِ دوراں کا فسوں دیکھ رہا ہوں
دیوبند تیرا حالِ زبوں دیکھ رہا ہوں
سمٹا ہوا ساحل ہے کہ ٹھیری ہوئی موجیں
کیوں تیرے سمندر میں سکوں دیکھ رہا ہوں
اُٹھے تری آغوش سے کتنے ہی مجاہد
اغیار کا اب صیدِ زبوں دیکھ رہا ہوں
اللہ رے یہ مسندِ افتاء کی امانت
اپنوں کا بھی ہوتا ہوا خوں دیکھ رہا ہوں

آوارگیٔ فکر و نظر اہلِ حرم کی! ناپختہ مگر جوششِ جنوں دیکھ رہا ہوں
جو داعیِ اسلام تھے وہ دیش بھگت ہیں نیرنگیٔ دوراں کا فسوں دیکھ رہا ہوں
اسلاف کے دل بھی ترے فتووں سے ہیں مجروح تکفیر کا یہ شوقِ فزوں دیکھ رہا ہوں
غیروں سے ہے اُلفت تجھے اپنوں سے ہے اُلجھاؤ بدلا ہوا اندازِ جنوں دیکھ رہا ہوں
یہ منصبِ اِفتا ارے غضب فتووں کی یہ اندھیر فنکاریٔ شیطان کا افسوں دیکھ رہا ہوں
پنہاں اسی تخریب میں تعمیر کے انوار چھٹ جائیں گے بادل یہ شگوں دیکھ رہا ہوں
حق گوئی و بیباکیٔ اسلاف کی سوگند تجھ کو پئے اغراض نگوں دیکھ رہا ہوں
کس برق نگاہی کا یہ اعجاز ہے افسر اب شعلہ فشاں سوزِ دروں دیکھ رہا ہوں

(ماہنامہ تجلی دیوبند ص۵۳ مئی ۱۹۵۷ء)

دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی انگریزوں سے ماہانہ مدد ملتی تھی۔ چنانچہ دیوبندیوں کے مولوی شبیر احمد عثمانی نے خود اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

اشرف علی تھانوی کو انگریز کی طرف سے چھ سو روپیہ ماہانہ وظیفہ

> "حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ..... ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو ۶۰۰ روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔" (مکالمۃ الصدرین ص۹)

غیر مقلد دیوبندی وہابیوں کی تبلیغی جماعت کے بانی کو بھی انگریزوں سے روپیہ ملتا تھا۔ اس کا ذکر بھی دیوبندیوں کے مولوی حفظ الرحمان صاحب نے کیا ہے۔

تبلیغی جماعت کے بانی کو انگریزوں سے روپیہ ملتا تھا!

"مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب . . . . کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت (برطانیہ) کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا۔ پھر بند ہوگیا۔" (مکالمۃ الصدرین ص۸)

جمعیت علماءِ اسلام انگریزوں کی مالی امداد اور ایماء پر بنائی گئی تھی

دیوبندیوں کے مولوی حفظ الرحمٰن کی تقریر کا خلاصہ دیوبندی حضرات کے دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور کے شائع کردہ رسالہ مکالمۃ الصدرین میں ان الفاظ میں درج ہے:

"مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں جمعیۃ[1] العلماء اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایماء سے قائم ہوئی ہے۔" (مکالمۃ الصدرین ص۸)

دیوبندی وہابی مولویوں نے جو انگریزی حکومت سے بغاوت کرنا خلافِ قانون قرار دیا۔ یہ اسی امداد کا ہی کرشمہ تھا۔ چنانچہ دیوبندیوں کے مولوی احسن نانوتوی کے متعلق رقمطراز ہیں کہ:

---

[1] آج کل جمعیت علماءِ اسلام کے صدر مفتی محمود صاحب ہیں۔ خود ہی ان حضرات کی غیرت و حمیت کا اندازہ لگالیں۔

انگریزوں کی حکومت سے بغاوت کرنا خلافِ قانون ہے

"۲۲ مئی کو نمازِ جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلافِ قانون ہے۔" (مولانا محمد احسن نانوتوی ص۵)

انگریزوں کی حمایت میں اس تقریر کا جو اثر لوگوں پر ہوا اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> "اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگا دی۔ اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔ اگر کوتوال شہر شیخ بدر الدین کی فہمائش پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔" (مولانا محمد احسن نانوتوی ص۱۵)

حالی سے انگریزوں کی تعریف

الطاف حسین حالی نے بھی انگریزوں کی تعریف میں اشعار لکھے ہیں چنانچہ "کلیاتِ نظمِ حالی" میں حالی نے "مژدہ قدوم حضور شاہزادہ ویلز در ہندوستان" کی سرخی دے کر لکھا ہے کہ:

مژدہ ہو اہلِ مشرق دن پھر گئے تمہارے
مشرق سے سوئے مشرق آیا ہے مہرِ تاباں
گلہ کی اپنے لینے آیا خبر کہاں سے
ہے ایسے گلہ بان پر گلہ کی جان قرباں
ہندوستاں بھی تجھ سے کچھ آج کل نہیں کم
اے معدنِ بزرگی اے خاکِ انگلستاں
تیرے نصیب کا تو کیا پوچھنا ہے لیکن
ہندی بھی ان دنوں ہیں قسمت پہ اپنی نازاں
مہمان ہے آج ان کا اُس شاہ کا ولی عہد
روئے زمیں کے سلطاں جسکے ہوتے ہیں مہماں

(کلیاتِ نظمِ حالی ص۲۴۷)

اکابر وہابیہ پاکستان کے مخالف تھے

جن حضرات کی رگ رگ میں انگریز کی وفاداری اور نیاز مندی سمائی ہو۔ اور جو کبیر السن ہونے کے باوجود انگریزوں کی خدمت اور ان کے مشن کو کامیاب اور کامران کرنے کے لیے والنٹری طور پر اپنے آپ کو پیش کرنے کا جذبہ رکھیں وہ حضرات پاکستان کے کیسے خیر خواہ اور محبّ ہوں گے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ اکابر وہابیہ پاکستان کے مخالف تھے۔ اور کانگرس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ علماء اہلسنّت اور مشائخ اہلسنّت وجماعت کی کوششوں سے جب پاکستان معرضِ وجود میں آگیا اور وہابی مولویوں کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا تو پھر اُنہوں نے عوام میں اپنا منہ دکھانے کے لیے اپنے آپ کو پاکستان کا بہی خواہ اور خیر خواہ ظاہر کرنے کی کوشش کی! اور وہابیوں نے اُن حضرات کو اپنی جمعیت کا امیر اور ناظمِ اعلیٰ مقرر کر دیا جیساکہ مولوی داؤد غزنوی اور مولوی اسماعیل سلفی یہ دونوں حضرات کانگریسی تھے۔ اوّل الذکر مرکزی جمعیت کے امیر اور آخر الذکر جمعیت کے ناظمِ اعلیٰ رہ چکے ہیں۔

پاکستان کی مخالفت میں وہابی علماء اور عوام کا کردار

فخر الوہابیہ مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی نے ۲۷؍ مئی سنہ ۱۹۴۹ء کو لاہور میں جمعیت وہابیہ مغربی پاکستان کے اجلاس میں خطبۂ صدارت دیتے ہوئے واضح طور پر اس حقیقت کی قلعی ان الفاظ میں کھولی ہے:

(۱) بہت سے اہلحدیث علماء اور عوام وامراء کانگریس کا ساتھ دیتے تھے اور تقسیم نہیں چاہتے تھے۔

(۲) بعض اہلحدیث علماء اور بہت سے عوام احراری تھے۔ وہ کانگریس

کے ساتھی تھے یا نہ لیکن بہرحال مسلم لیگ کے موافق نہ تھے۔

(۳) اسی طرح بہت سے اہلحدیث خاکسار تھے۔ یہ بھی کانگریس کے موافق ہوں یا نہ ہوں لیکن مسلم لیگ کے موافق نہ تھے۔

(۴) بہت سے متوسط درجے کے اہلحدیث عوام اور بعض علمار اور انگریزی دان وکلار مودودی تھے۔ جو اپنا نام اسلامی جماعت رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ کانگریس کے خلاف آواز اُٹھاتے تھے لیکن انہوں نے عملی طور پر مسلمانوں کی عام جماعت مسلم لیگ کو بھی ووٹ نہ دیا۔
(احتفال الجمہور ص۱۱)

امام الوہابیہ ثناء اللہ امرتسری

مولوی ثناء اللہ امرتسری سے کانگریس اور مسلم لیگ میں سے جس میں شرکت کی جائے کا سوال ہوا تو مولوی صاحب نے اس کے جواب میں واضح الفاظ میں مسلم لیگ کی حمایت نہ کی تھی۔ وہ سوال وجواب دونوں درج ہیں۔

س:۔ آج کل ہندوستان میں دو پارٹیاں (جماعتیں) کانگریس و مسلم لیگ کا ہر چہار طرف شور و غوغا ہے۔ اور دونوں پارٹیوں میں ہمارے چوٹی کے علمائے کرام و رہنمائے ملت (ہندوستان کے پالٹیکس میں جو بڑے ماہر سمجھے جاتے ہیں) شامل ہیں۔ اور کام کر رہے ہیں دونوں جماعتیں اپنی اپنی جماعت میں شامل کرنے کو مسلمانوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ جواب طلب یہ کہ موجودہ انقلاب کے دور میں اپنے مذہب اسلام کو ملحوظ رکھتے ہوتے مسلمانوں کو عموماً اور جماعت اہلحدیث کو خصوصاً کس کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ آیا کانگریس میں یا مسلم لیگ میں۔

ج۔ عام ملکی حالات میں جس قدر مذہب اجازت دے اُس جماعت

کے ساتھ ہو جاؤ۔ جو مفاد عامہ کے لحاظ سے اچھا کام کرے۔"

(اخبار اہلحدیث امرتسر صفحہ ۲ ۳/۱۰ دسمبر ۱۹۳۷ء)

اخبار اہلحدیث امرتسر میں اہلحدیث کانفرنس کی مجلسِ عاملہ کی کارروائی شائع ہوئی ہے جس میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ:

"کانگریس کے گرم ممبر اپنا مافی الضمیر کھلے لفظوں میں ظاہر کر دیتے ہیں کہ ہم پورن سوراجیہ (مکمل آزادی اندرونی اور بیرونی) حاصل کریں گے۔ گول میز کانفرنس لندن میں ایسی تقریریں بکثرت ہوتی رہیں۔ ہماری غرض اس نوٹ لکھنے سے یہ ہے کہ کانگریس نے اپنا مافی الضمیر بتانے میں کوئی بخل یا فریب سے کام نہیں لیا۔ اور نہ اس دعوے میں اس نے تبدیلی کی کہ ہمیں کل ہندوستانیوں کی قائم مقام ہوں۔

آج کل جبکہ کانگریس اپنے عروج کو پہنچ چکی ہے۔ اور اپنے مقصد میں قریباً کامیاب ہو چکی ہے۔ اب اس کی مخالفت کرنا ہمارے (وہابیوں) کے خیال میں چنداں مفید نہیں ہے۔"

(اہلحدیث امرتسر صفحہ ۱۵ ۸/ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

ناظرین! مولوی ثناء اللہ امرتسری کے بعد وہابیہ کے مولوی عبدالقادر قصوری کا بھی کردار پڑھ لیں۔

مولوی عبدالقادر قصوری[لہ]

وہابیہ نجدیہ کے مولوی عبدالقادر قصوری بھی کانگریسی تھے۔ جس کا تذکرہ وہابیہ کے مولوی احسان الٰہی ظہیر کے اپنے ماہنامہ "ترجمان الحدیث" میں "مولانا عبدالقادر قصوری" کے ہیڈنگ سے ابوسلمان شاہجہان پوری کے شائع کردہ مضمون میں اس طرح ہے:-

> "(مولوی عبدالقادر قصوری) پنجاب خلافت کمیٹی کے صدر رہے۔ پنجاب پراونشل کانگریس کمیٹی کے بھی وہ مدت تک صدر رہے تھے۔ اور جب تک وہ اپنی صحت کی بنا پر کنارہ کش نہیں ہوئے آل انڈیا کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی رہے۔"
>
> (ترجمان الحدیث ص۵۵ مئی، جون ۱۹۷۳ء)

وہابیوں کے ممدوح مولوی غلام رسول مہر نے بھی مولوی عبدالقادر قصوری کے متعلق لکھا ہے کہ:

> "مولوی عبدالقادر قصوری ..... نے سالہا سال تک کانگریس کی خدمت کی۔ اور پنجاب پراونشل کانگریس کمیٹی کے صدر بھی رہے۔ بلاخوف و تردید کہا جا سکتا ہے کہ پنجاب میں کانگریس کو ان سے زیادہ مخلص، صاحبِ ایثار اور بے غرض رہنما آج تک نہیں ملا۔"
>
> (ترجمان الحدیث ص۵۵ مئی، جون ۱۹۷۳ء)

[لہ] مولوی عبدالقادر قصوری وہابیہ نجدیہ کی موجودہ جمعیت کے امیر مولوی معین الدین لکھوی کے والد ہیں۔ (فقیر محمد ضیاء اللہ القادری غفرلہٗ)

غلام رسول مہر مزید لکھتے ہیں کہ :-

'انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی بہت سی خدمات[۱] انجام دیں۔ اگرچہ نہرو رپورٹ کے وقت ان کا مسلک ہمارے نزدیک صحیح نہیں رہا تھا' (ترجمان الحدیث ص۵ مئی، جون ۱۹۷۳ء)

ابوسلمان شاہجہانپوری نے اپنے مضمون میں مولوی عبدالقادر قصوری کی سیاسی معاملات یعنی کانگرس کی حمایت اور معاونت کو وہابیہ کے اکابر کا ہی انداز فکر قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

'ملک کے سیاسی معاملات میں ان کا انداز فکر وہی تھا جو جماعت اہلحدیث کے دوسرے اکابر کا تھا' (ترجمان الحدیث ص۵ مئی، جون ۱۹۷۳ء)

غیر مقلدین اور دیوبندی وہابیوں کے ممدوح شورش کاشمیری نے بھی مولوی عبدالقادر قصوری کے متعلق کہا ہے۔

'انجمن پنجاب میں مولانا آزاد[۲] کا نائب سمجھا جاتا تھا'

(ترجمان الحدیث ص۶۱ مئی، جون ۱۹۷۳ء)

دیوبندیوں کے مولوی سلیمان ندوی نے بھی مولوی عبدالقادر قصوری کے متعلق واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ :-

'خلافت حجاز اور کانگریس میں بیش از بیش حصہ لیا'۔

(ترجمان الحدیث ص۶۲ مئی، جون ۱۹۷۳ء)

---

[۱] غلام رسول مہر تو کانگریس کی حمایت کرنے والے مولوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی بہت سی خدمات سر انجام دیں مگر وہابیہ کے مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ کانگریسی علماء دس کروڑ مسلمانوں کی تباہی کا بوجھ اٹھا رہے ہیں (پیغام ہدایت ص۸)

[۲] یہ ہر ایک ذی علم پر واضح ہے کہ مولوی ابوالکلام آزاد کٹر کانگریسی تھے۔ لہٰذا پنجاب میں ان کے نائب قصوری بھی کٹر کانگریسی تھے۔ (فقیر محمد ضیاء اللہ القادری غفرلہٗ)

مولوی داؤد غزنوی کانگریسی

وہابیہ نجدیہ کے مشہور خاندان غزنوی کے ایک فرد تھے۔ جو کہ مولوی عبدالجبار غزنوی کے بیٹے تھے۔ غزنوی صاحب اپنے دادا عبداللہ غزنوی کی طرح تحریکِ پاکستان کے مخالف انگریزوں کے حامی تھے۔ احرار اور کانگریس کے ہمنوا تھے۔ اور رہنمی لیڈروں میں ان کا شمار ہے۔ ان جماعتوں کا تحریکِ پاکستان کے سلسلہ میں جو کردار رہا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ تب بھی ایک مؤرخ کی تحریر سے اس کو آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ مؤرخ عاشق حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ:

غزنوی تحریکِ پاکستان کے مخالف تھے

جو قوم داؤد غزنوی کو بھی تحریکِ پاکستان کا مجاہد کہتی ہے۔ اسے تاریخ لکھنے یا لکھوانے کا کوئی حق نہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کہیں کہ مرے ہوؤں کا ذکر اچھے انداز میں کرنا چاہیئے تو جناب تاریخ تو مرے ہوؤں کے اعمال و کردار ہی کے ذکر سے بھری ہوئی ہے۔ اگر ہم نے مرے ہوؤں کے ذکر سے زبان بند کرلی۔ تو تاریخ نویسی کیسے ہوگی۔ کاش آج حمید نظامی ہوتے تو آپ کو بتاتے کہ داؤد غزنوی کا رول کیا تھا۔ ؎

کسی بتکدے میں کروں بیاں تو کہے صنم بھی ہری ہری!

دیانت و امانت اور کریکٹر کے اعتبار سے داؤد غزنوی تو خضر حیات ٹوانہ کے جوتے سیدھے کرنے کے اہل نہ تھے۔ (روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۳ء)

داؤد غزنوی ہندو قوم سے مایوس نہیں

وہابی مولوی عنایت اللہ اثری وزیر آبادی حال مقیم گجرات اپنی جماعت کے معتقد شخصیت داؤد غزنوی کی ہندو نوازی کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ:

"مولوی داؤد صاحب اپنی قوم (وہابیہ) سے سخت مایوس ہیں لیکن ہندو قوم کانگریس سے مایوس نہیں۔ صبح و شام ان کے کام کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کے دفتروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اور اپنی جماعت

کا کوئی کام نہیں اور درس تک بھی نہیں۔ حالانکہ بورڈ لگا رکھا ہے کہ یہاں روزانہ درس ہوتا ہے۔ جو کہ خلافِ واقعہ ہے۔" (الجسر البلیغ ص۱۲ ج ۱)

مولوی اسماعیل کانگریسی!

ناظرین! وہابیہ کی مرکزی جمعیت کے امیر کے بعد ان کی مرکزی جمعیت کے ناظمِ اعلےٰ جو کہ بعد میں مرکزی جمعیت کے امیر بھی تھے جن کا نام اسماعیل سلفی تھا۔ ان کا ذلت آمیز کارنامہ ہندوؤں اور سکھوں کو خوش کرنے کے لیے جو سر انجام دیا۔ قیامت تک کے وہابی اپنے چہرے سے اس بدنما داغ کو مٹا نہیں سکیں گے۔ ملاحظہ فرمائیں!

اسماعیل کانگریسی آف گوجرانوالہ کا مردہ سبھاش چندر کی صدارت میں تقریر کرنا

غیر مقلدین وہابیہ کی انجمن مفاد المسلمین سیالکوٹ کے صدر نے اپنے شائع شدہ پمفلٹ 'حافظ محمد شریف صاحب کی قلابازیاں' میں مولوی اسماعیل صاحب گوجرانوالہ کو کٹر کانگریسی لکھ کر ان کے ایک شرمناک کارنامے کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

> 'مولوی محمد اسماعیل صاحب وہ کانگریسی ہیں جو مردہ سبھاش چندر بوس کے فوٹو کی صدارت میں تقریر کر چکے ہیں۔ ایسے موحد ہیں جو بُت کی صدارت میں تقریر کریں۔ (حافظ محمد شریف صاحب کی قلابازیاں ص۵)

کانگریس اور انگریزوں کی حکومت

کانگریس دراصل انگریزوں کی حکومت کو مضبوط کرنے کا ایک پلیٹ فارم تھا۔

کانگریس کے نمائندے انگریزی حکومت کے پُرزے تھے۔ یہ کسی اہلسنت وجماعت کے ذی علم بزرگ کا فیصلہ نہیں بلکہ وہابی معتبر اور معتقد شخصیت کا فیصلہ ہے۔ اور وہ شخصیت شہر سیالکوٹ کے مولوی ابراہیم صاحب میر ہیں۔ چنانچہ میر صاحب لکھتے ہیں:

> 'جو جماعت (کانگریس) اس وقت یہ دعوے کرے کہ ہم انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ اس کی شب و روز کی تگ و دو اسمبلیوں کے مقابلہ میں اپنے آدمی بھرتی کرنے میں صرف کرتی ہو۔ جہاں پر انگریزی قانون کو جاری کیا جائے گا۔ وہ جماعت پبلک کو دھوکا دیتا ہے۔ اور لوگوں کی عقل کی آنکھ میں خاک ڈالنا چاہتی ہے۔ معمولی سوچ کا مقام ہے کہ یہ لوگ حکومتِ انگریزی کی مشین کے پُرزے بنیں گے یا اُس مشین کے توڑنے والے ہیمر (ہتھوڑے)؟

> جب یہ امر واضح ہوگیا کہ یہ لوگ حکومتِ انگریزی کی مشین کے پُرزے بنیں گے تو اب اُن کا یہ دعویٰ کہ ہم انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے ہیں صریحًا دھوکا ہے۔ جس سے وہ عوام میں جوش پھیلا کر اپنے شکم پرور مطالب پورے کرنا چاہتے ہیں۔' (پیغام ہدایت ص۲۹)

مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی اپنے فرقہ کے کانگریسی مولوی ابوالقاسم بنارسی کی ایک عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے کانگریس کا اصل مقصد بیان کرتے ہیں کہ:

> 'اس عبارت سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ ملک کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اپنی قوم کے بہترین دماغوں کو انگریزی سیاست کے ماتحت غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا ہے۔'

(پیغام ہدایت ص۴۷، ۴۸)

مولوی ابوالقاسم بنارسی کانگریسی

یہ بھی وہابیہ نجدیہ کی ممتاز شخصیتوں میں سے ہیں۔ امام الوہابیہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ان کے بہت مداح ہیں۔ یہ بھی کانگریس کی ترویج و تشہیر اور اس کے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے پیش پیش تھے۔ ہندوؤں سکھوں اور کانگریسی اخباروں نے ان کے بیانات کو بہت عمدہ انداز میں شائع کیا۔ بنارسی صاحب نے پاکستان کے بنانے کی جس شدومد سے مخالفت کی ہے وہ بنارسی کے معصر اور ہم مسلک مولوی ابراہیم میر صاحب سیالکوٹی کے بیان سے پیش کر دینا وہابیوں کے منہ پر ایک زبردست طمانچہ ہے جو کہ یہ ہے:

پاکستان کا نعرہ ڈھونگ ہے

مولوی ابوالقاسم صاحب نے کہا کہ پاکستان کا نعرہ محض ایک ڈھونگ ہے۔ نیز یہ کہا کہ یہ وہ لفظ ہے جو اب تک شرمندۂ معنےٰ نہیں ہوا۔ پھر یہ کہا کہ پاکستان پیش کرنے والوں نے اب تک پاکستان کی صحیح تعریف نہیں کی۔ پھر یہ کہا کہ ہندوستان میں پاکستان کا تحقق ممکن نہیں۔" (پیغام ہدایت ص۸)

مولوی ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

"مولوی ابوالقاسم صاحب کی یہ عبارت ہندوؤں سکھوں اور کانگریسی اخباروں کی صدائے بازگشت ہے۔ جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی کہہ دیا۔" (پیغام ہدایت ص۹)

بنارسی گاندھی اور نہرو کی آواز کے لاؤڈ سپیکر ہیں

مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی اہ فرقہ کے مولوی ابوالقاسم بنارسی کو گاندھی اور نہرو کی آواز کا لاؤڈ سپیکر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"یہ آواز گاندھی جی اور پنڈت نہرو صاحب کی ہے مولوی ابوالقاسم صاحب ان کی آواز کے لاؤڈ سپیکر ہیں۔ اپنی طرف سے نہیں لکھتے۔ مسٹر گاندھی جی پکارتے ہیں کہ پاکستان کی تعریف معلوم نہیں۔ پنڈت نہرو صاحب بھی واویلا مچاتے ہیں۔ کہ تعریف معلوم نہیں۔ آریہ اور کانگریسی اخبار لاہور وغیرہ مقامات کے بھی یہی شور اٹھاتے ہیں کہ ابھی تک اس کی تعریف پیش نہیں ہو سکی۔ سکھ الگ چلا رہے ہیں کہ ہم پاکستان نہیں بننے دیں گے۔" (پیغام ہدایت ص۸۲)

مولوی ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی نے بنارسی صاحب کے متعلق بھی واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ:

"مولوی ابوالقاسم صاحب گئو رکھشا والے پرانے کانگریسی ہیں۔"

(پیغام ہدایت ص۳۷)

کانگریس میں وہابی مولویوں کا بڑھ چڑھ کر حصہ لینا وہابیہ کی تحریروں سے واضح ہے۔ اب ان کانگریسی مولویوں پر وہابیوں کی شہرہ آفاق شخصیت مولوی ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کا فتوے ملاحظہ فرمائیں۔

مولوی ابراہیم میر کا فتوے

مولوی ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی نے اپنے رسالہ "پیغام ہدایت" میں نمایاں حروف میں یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ:

"کانگریسی علماء دس کروڑ مسلمانوں کی تباہی کا بوجھ اٹھا رہے ہیں۔"

(پیغام ہدایت ص۱۰)

وہابیوں کو مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی کی نصیحت

فخر الوہابیہ مولوی ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی اپنے فرقہ کے لوگوں کو اپنے

مولویوں کے دھوکہ سے باخبر رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اپنے کانگریسی مولویوں سے بھی آگاہ کرتے ہیں کہ:

"اہلحدیث جماعت اپنے ناقص العلم، غیر محتاط، نام نہاد علماء کی تحریروں اور تقریروں سے دھوکہ نہ کھائے۔ کیونکہ ان میں بعض تو پُرانے خارجی اور بے علم محض ہیں۔ اور بعض کانگریسی ہیں۔" (احیاء المیت ص ۳)

پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کا فتوےٰ

عارفِ کامل اعلیٰحضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ آف گولڑہ شریف سے کسی نے کانگریس میں شامل ہونے کے متعلق فتوےٰ پوچھا۔ اُس کا جواب جو آپ نے تحریر فرمایا وہ فتاویٰ مہریہ میں درج ہے۔ ناظرین کے لیے وہ سوال اور جواب دونوں درج ذیل ہیں۔

سوال: کیا مسلمان کو کانگریس میں شامل ہونا چاہیئے یا نہ؟

جواب: مکرمی شاہ صاحب۔ وفقک اللہ تعالیٰ اجمعین لما یحب و یرضیٰ تسلیم۔ استدعاء دعاء۔ میری رائے میں یہ شمولیت اسلام کے برخلاف اور ناجائز ہے۔ العبد دعاگوئی و دعاجوئی از گولڑہ بقلم خود۔

ناظرین کرام: کانگریس کی بنیاد مسلمانوں کی بہتری اور خیرخواہی پر نہ تھی۔ بلکہ اُس کا مقصد انگریز کو مضبوط کرنا تھا۔ جیسا کہ چوہدری حبیب احمد صاحب نے اپنی کتاب "تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" میں مسٹر ستیہ پال کی کتاب کے حوالہ سے شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ اُس کے چند اقتباسات پیشِ خدمت ہیں:

کانگریس کے قیام کا مقصد کیا تھا

مسٹر ستیہ پال جو کہ کانگریس کے ساٹھ سال کے مؤلف کے الفاظ سُنیے:-

"مسٹر ہیوم نے کانگریس کی بنیاد رکھی۔ ہندوستان کی بہتری کے لیے نہیں بلکہ برٹش راج کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے مسٹر ہیوم کا کوئی کتنا

ہی شکریہ کیوں نہ ادا کرے۔ کہ انہوں نے ایک ایسی تنظیم کی بنا ڈالی۔ جو اپنی کوششوں سے شاہ بلوط کے درخت کی طرح پروان چڑھی۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہر ہندوستانی اس بات کو ملحوظ رکھے۔ کہ اس کی پشت پر بیرونی حکومت کے جوئے سے آزاد کرانے کا مقصد نہ تھا۔ بلکہ یہ کہ برٹش حکومت کی جڑیں ہندوستان میں اور مضبوط و مستحکم ہوں۔ تاج برطانیہ سے وفاداری کانگریس کا مذہبی فریضہ تھا۔ تعلیم یافتہ برٹش طرز حکومت کا دلدادہ تھا۔"

(کانگریس کے ساٹھ سال ص ۱۱۱)

کانگریس کا دوسرا اجلاس

سنہ ۱۸۸۶ء میں کلکتہ میں دادا بھائی نوروجی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں انہوں نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا کیا یہ ممکن ہے کہ اس قسم کا اجتماع جس کا ہر فرد برٹش حکومت کی نعمتوں سے واقف ہے۔ کسی ایسے مقصد کے لیے منعقد ہو سکتا ہے۔ جو حکومت کے خلاف ہو؟ اس حکومت کے جس نے ہم کو یہ سب کچھ عطا کیا ہے۔ ہم کو صاف طور سے اعلان کر دینا چاہیئے۔ کہ ہم سر سے پیر تک وفادار ہیں۔"

(کانگریس کے ساٹھ سال مؤلفہ ستیہ پال ص ۱۲۔ بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء مصنفہ چودھری حبیب احمد ص ۲۵۹، ۲۶۰)

کانگریس کے انگریز صدر

کانگریس کا بانی ہی انگریز نہ تھا۔ بلکہ اس کے متعدد اجلاسوں کی صدارت انگریز کرتے تھے۔ سنہ ۱۸۸۸ء میں الہ آباد کے اجلاس کی صدارت مسٹر جارج ویول نے کی۔ سر ولیم ویڈربرن انڈین سول سروس کے آدمی تھے۔ سنہ ۱۸۸۷ء میں انہوں نے پنشن لی۔ اور سنہ ۱۸۸۹ء میں انہوں نے بمبئی کے اجلاس کی صدارت کی جس میں برٹش پارلیمنٹ کے ممبر اور انگلستان کے مشہور خطیب چارلس بریڈ لا نے شرکت کی پھر سنہ ۱۸۹۴ء میں پارلیمنٹ کے ایک دوسرے ممبر ویب نے کانگریس کے اجلاس کی صدارت کی مسلم لیگ کے قیام سے صرف دو سال قبل یعنی سنہ ۱۹۰۴ء میں بمبئی کے اجلاس کی صدارت سر ہنری کاٹن

نے کی۔ جو انڈین سول سروس کا آدمی اور آسام کا چیف کمشنر رہ چکا ہے'

(تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۲۶۰،۲۶۱ از چوہدری حبیب احمد)

برطانیہ کی کانگریس نوازی

مسلم لیگ کے قیام کے وقت انگریز اور کانگریسی لیڈروں میں اس قدر باہمی موافقت تھی کہ جو ہندوستانی کانگریس کے اجلاس کی صدارت کرتا یا اس کے اندر کوئی اہمیت حاصل کرتا وہ فوراً یا تو ہائی کورٹ کا جج بنا دیا جاتا یا وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر نامزد ہو جاتا۔ چنانچہ سر ایس براہمانیہ ایر، وی کرشنا سوامی ایار، سر سنکرن میر، مسٹر راما سام کانگریس کے عہدے حاصل کر کے حکومت کی کلیدی آسامیاں حاصل کرتے رہے۔ سر ایم کرشنا میر کانگریس میں نمودار ہوئے۔ اور لاء ممبر بنا دیئے گئے۔ اس طرح مسٹر چندا ورکار، این۔ ایم۔ سمراتھ اور مسٹر جی۔ این باسو اور سر جمنا لال سیتو کانگریس کے پلیٹ فارم ہی سے عہدوں تک پہنچے مسٹر ایس۔ آر داس نے ۱۹۰۵ء میں کانگریس میں ایک زوردار تقریر کی۔ اور وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن نامزد کر دیئے گئے۔ مسٹر ایس سنہا کو صرف کانگریس کے اہم لیڈر ہونے کی بنا پر بہار کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر بنایا گیا۔ سر فیروز شاہ مہتا کو لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء میں سر کا خطاب دیا۔ جو کانگریس کے بہت بڑے لیڈر تھے۔ اور سری نواس سامتری کو محض کانگریس کا لیڈر ہونے کی وجہ سے لیجسلیٹو کونسل کا ممبر نامزد کیا۔

برطانیہ کی کانگریس نوازی کا یہ عالم تھا کہ ۱۹۰۸ء میں جب کانگریس کنونشن کا اجلاس مدراس میں ہوا تو اس وقت کے گورنر سر آرتھر لالی نے اپنے خیمے کانگریس کے اجلاس کے لیے عطا فرمائے۔ ان تمام واقعات کو نہایت تفصیل کے ساتھ مسٹر ستیہ رامیہ پٹا بھائی نے اپنی کتاب ہسٹری آف دی کانگریس (History of the Congress) میں درج کیا ہے'

(تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء صفحہ ۲۶۱،۲۶۲ مطبوعہ البیان چوک انارکلی لاہور)

مسلم لیگ اور دیوبندی، مودودی

مُسلم لیگ میں شرکت اکابرِ دیوبند کے مسلک اور تعلیمات کے خلاف ہے

دیوبندیوں کے اکابر نے بھی مسلم لیگ کی مخالفت کی۔ چنانچہ اشرف علی تھانوی کے متعلق مولوی عبدالاحد سورتی دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

"محمد ظفر احمد تھانوی اور مولوی شبیر علی تھانوی کا مسلم لیگ میں شرکت کرنا ہمارے اکابر (دیوبندی اکابر) خصوصاً حضرت تھانوی کے مسلک اور تعلیمات کے برخلاف ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے حضرت (تھانوی) کے مشہور خلفاء مولانا سید سلیمان صاحب مولانا خیر محمد صاحب، مولانا محمد عبدالجبار صاحب مولانا محمد طیب صاحب مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ سعیدیہ وغیرہم کی (مسلم لیگ میں) عدم شمولیت اس کی روشن دلیل ہے۔" (اشرف الافادات ص۱۷۱)

مسلم لیگ کی مخالفت کرنا

دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا ہے کہ "موجودہ لیگ خالص اسلامی جماعت اور مذہبی و شرعی تنظیم سوادِ اعظم تسلیم نہیں کی جا سکتی۔" (اشرف الافادات ص۸)

مسلم لیگ بددین جماعت ہے

دیوبندیوں کے مولوی عبدالجبار نے مسلم لیگ کے متعلق مولوی اشرف علی تھانوی

دیوبندی کے نظریہ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔ کہ:

’یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت حکیم الامت (اشرف علی) مسلم لیگ جیسی بد دین جماعت کی حمایت کریں۔‘

(اشرف الافادات ص۱۰ مطبوعہ دہلی)

لیگ کی تائید اور شرکت کسی طرح گوارا نہیں

’فی الواقع حضرت مولانا..... ...موجودہ لیگ کی شرکت اور تائید کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے۔‘ (اشرف الافادات ص۱۹)

علماء تھانہ بھون نے مسلم لیگ کی مذمت کی

جب دعوت الحق بمبئی کی جانب سے شرکت لیگ اور اس کی حمایت کی استدعاء اور درخواست کی گئی تو علماء تھانہ بھون (دیوبندی) نے بالاتفاق لیگ کی مذمت فرمائی‘ (اشرف الافادات ص۲۰)

مسلم لیگ کو ووٹ دینے والے سور ہیں

دیوبندیوں کے مولوی عطاء اللہ بخاری نے کہا کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سور ہیں اور سور کھانے والے ہیں۔‘

(چمنستان ص۱۶۵ مصنفہ مولوی ظفر علی خاں)

احرار اور مسلم لیگ کی مخالفت

(احرار) اور مسلم لیگ کے درمیان کامل مغایرت تھی۔ اور مسلم لیگ کے پاکستان کو انہوں نے کبھی قبول نہ کیا تھا جس زمانے میں مسلم لیگ قائداعظم کے زیر قیادت پاکستان کے لیے جد و جہد کر رہی تھی۔ احرار برابر مسلم لیگ کی ممتاز شخصیتوں کو مغلظات سنا رہے تھے۔ اور ان پر غیر اسلامی زندگی بسر کرتے کے الزام عائد کر رہے تھے ان کے نزدیک لیگ اسلام کی طرف سے محض بے پرواہی نہ تھی بلکہ دشمن اسلام تھی۔ ان کے نزدیک "قائداعظم" "کافر اعظم" تھے۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص۲۷۳)

مودودی صاحب مسلم لیگ اور قیام پاکستان کی مخالفت

مودودی صاحب بھی پاکستان کے قیام کے مخالف تھے۔ انہوں نے پاکستان بنانے کا مطالبہ کرنے والی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی حمایت میں ایک لفظ بھی نہیں کہا بلکہ کھلے بندوں مخالفت کی ہے۔ جیسا کہ ان کی تحریریں شاہد ہیں:

مودودی نے مسلم لیگ کی حمایت میں ایک لفظ بھی نہیں کہا

مودودی صاحب نے خود بھی اپنی تحریروں میں اس کا اقرار کیا ہے چنانچہ ترجمان القرآن میں لکھا ہے کہ:

"مسلم لیگ کی حمایت میں اگر کبھی کوئی لفظ میں نے لکھا ہو تو اس کا حوالہ دیا جائے۔"

ایک دوسرے شمارہ میں مولوی صاحب رقمطراز ہیں کہ:

"ہم اس بات کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں کہ ہم تقسیم ملک کی جنگ سے غیر متعلق رہے۔" (ترجمان القرآن نومبر سنہ ۱۹۶۳ء)

مودودی صاحب نے اپنی کتاب سیاسی کشمکش حصہ سوم میں لکھا ہے کہ:

"افسوس کہ لیگ کے قائد اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہو۔ یہ لوگ مسلمان کے معنیٰ و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے۔" (سیاسی کشمکش صہ ۳۷ ج ۳)

مودودی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

"مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لیے اس مسئلہ میں کوئی دلچسپی نہیں ہندوستان میں جہاں مسلمان کثیر التعداد میں ہیں وہاں ان کی حکومت قائم ہو۔" (سیاسی کشمکش صہ ۹۳ ج ۳)

قیام پاکستان کا مطالبہ وقت ضائع کرنے کی حماقت ہے: مودودی صاحب

مزید گل افشانی کرتے ہیں کہ:

"اس نام نہاد مسلم حکومت کے انتظار میں اپنا وقت ضائع کرنے یا اس کے قیام میں اپنی قوت ضائع کرنے کی حماقت آخر ہم کیوں کریں۔"
(سیاسی کشمکش ص۱۷۷ ج ۳)

مودودی کا تحریکِ پاکستان کی مخالفت کرنا

زیڈ اے سلہری نے لکھا ہے کہ:

"اس امر کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ عوام میں عام تاثر یہ تھا کہ علمائے کرام نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت کی ہے۔ جمعیت العلماءِ ہند ط نے تو ضرور زور شور سے مخالفت کی تھی۔ اس لیے عوام کی نظروں میں علماءِ کا وقار مجروح ہوا تھا۔ اور اس مسندِ عزت پر فائز نہ رہے تھے جو ان کے لیے مخصوص تھی۔ پھر خود جماعتِ اسلامی کا کردار جو نظامِ اسلام کی سب سے بڑی نقیب تھی محلِ نظر تھا۔ جمعیت کے متعلق تو یہ کہا جاتا تھا۔ کہ وہ سرے سے دو قومی نظریے کی ہی مخالف ہے۔ اور اس لیے تحریکِ پاکستان کی مخالفت اس کے طرزِ فکر کا لاحقہ تھا لیکن مولانا مودودی تو دو قومی نظریے کے مبلغ رہے تھے۔ ان کی طرف سے تحریکِ پاکستان کی مخالفت کی کیا تک تھی۔ چونکہ پاکستان کا ظہور تازہ تازہ تھا۔ اور ابھی ماضی پوری طرح فراموش نہ ہوا تھا۔ جب جماعتِ اسلامی نے ملک بنتے ہی نظامِ اسلام کا نعرہ لگایا تو اسے خالص سیاسی حربے کی نوعیت دی گئی اور خلوص سے عاری سمجھا گیا ورنہ کہا گیا اگر جماعت کو نظامِ اسلام کے قیام کا اتنا خیال تھا تو اس نے تحریکِ پاکستان میں کیوں نہ حصہ لیا۔" (نوائے وقت ص۳ ۲۷ مئی ۱۹۷۶ء)

ط دیوبندیوں کے نورالحق قریشی نے مفتی محمود صاحب کو ۱۹۴۲ء میں جمیعت علماءِ ہند کا کونسلر لکھا ہے (نعیم قادری)

زیڈ۔ اے سلہری ہی لکھتے ہیں کہ:

"اپنی جگہ مجھے ہمیشہ اس بات کا قلق رہا ہے کہ مولانا مودودی نے تحریکِ پاکستان میں شرکت نہیں کی۔" (نوائے وقت ۲۷ مئی ۱۹۷۶ء)

بانیانِ پاکستان کی نیت پر حملہ

زیڈ۔ اے سلہری نے مودودی صاحب کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ:

"محترمی مولانا مودودی نے بانیانِ پاکستان کے بارے میں شکایت کی ہے۔ لیکن مولانا نے شکایت سے تجاوز کر کے بانیانِ پاکستان کی نیت پر بھی حملہ کیا ہے کہ ان کا مقصد ہی نہ تھا کہ نظامِ اسلام قائم ہو۔ اور اس طرح انہوں نے قوم کو دھوکہ دیا۔ ہفت روزہ طاہر کی رپورٹ میں انگریزی لفظ فراڈ (FRAUD) درج ہوا۔ اس بیان سے پوری تحریکِ پاکستان کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، اور اس کے مویدین اور مخالفین کا کردار کھل کر سامنے آجاتا ہے۔" (نوائے وقت مئی ۱۹۷۶ء)

قارئین حضرات! مندرجہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں آپ نے نام نہاد مفکرِ اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ کا پاکستان کے متعلق کردار ملاحظہ فرمایا۔ آج سب سے زیادہ پاکستان کے محب بنے بیٹھے ہیں۔ اور جماعتِ اسلامی اس حقیقت (کہ مودودی صاحب نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت کی تھی) کا صریحاً انکار کرتے ہیں ~

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ!
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

"قائدِ اعظم کافرِ اعظم ہے!"

احرار کے ہر لیڈر نے اپنی ہر اہم تقریر میں مسلم لیگ پر تنقید کی۔ اس کے لیڈروں پر نکتہ چینی کی۔ یہاں تک کہ قائدِ اعظم کو بھی نہ چھوڑا۔ انہیں کافر کہنا شروع کر دیا۔ یہ شعر

مولانا مظہر علی اظہر سے منسوب ہے۔ جو تنظیم احرار میں ایک ممتاز شخصیت ہیں۔

ایک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائد اعظم ہے کہ ہے کافر اعظم

رئیس احمد جعفری نے بھی "حیات محمد علی" نامی کتاب میں دیوبندی احراری مولویوں کا قائد اعظم محمد علی جناح کو کافر اعظم کہنا درج کیا ہے۔ رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں دیوبندیوں کی جماعت احرار کے متعلق لکھا ہے۔ کہ:

> "ان کے نزدیک لیگ اسلام کی طرف سے محض بے پرواہی نہ تھی بلکہ دشمنِ اسلام تھی۔ ان کے نزدیک قائد اعظم کافر اعظم تھے۔"
>
> (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۴)

قارئین کرام! دیوبندی اور غیر مقلد وہابیوں نے قیامِ پاکستان اور نظریۂ پاکستان کی سر توڑ مخالفت کی۔ اور استہزاء اڑایا۔ اسٹیجوں پر نظریۂ پاکستان کو طنزیں کیں۔ اور پاکستان کے متعلق نہایت ہی رذیل قسم کے الفاظ استعمال کیے۔ جو کہ کتابوں میں موجود ہیں۔ چند ایک حوالہ جات پیشِ خدمت ہیں۔

احرار پاکستان کے مخالف تھے

دیوبندی مولوی محمد علی جالندھری نے ۱۵ فروری ۱۹۵۳ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کیا تھا۔ کہ:

> "احرار پاکستان کے مخالف تھے۔" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۴)

پاکستان کی پ بھی کوئی نہیں بنا سکتا

مولوی عطاء اللہ بخاری دیوبندی نے پسرور ضلع سیالکوٹ میں

؎ دیوبندیوں کے لیڈر عطاء اللہ بخاری تو خود علمِ غیب کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ کہیں کہ اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی پ بنا سکے مگر امام الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ ان کو کل کی اور دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں۔ ؏
ارے تجھ کو کھاتے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے۔ (فقیر محمد ضیاء اللہ القادری غفرلہٗ)

تقریر کرتے ہوئے کہا کہ :

"اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۴)

پاکستان ایک بازاری عورت ہے

دیوبندی مولوی عطاء اللہ بخاری نے لاہور میں اپنی ایک تقریر میں کہا کہ :

"پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۵)

احراریوں کے صدر نے یہ تسلیم کیا ہے کہ :

"احرار کا نظریہ بھی وہی تھا جو کانگریس کا نظریہ تھا۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۹)

پاکستان پلیدستان ہے[۱]

دیوبندی مولوی محمد علی جالندھری نے ہی تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد بھی پاکستان کے لیے "پلیدستان" کا لفظ استعمال کیا۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۵)

پاکستان نہیں بلکہ خاکستان

احراری لیڈر عطاء اللہ بخاری نے ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء میں علی پور کی احرار کانفرنس میں اپنی تقریر میں ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کیا ہے کہ :

---

[۱] دیوبندی تو پاکستان کو پلیدستان اور خاکستان کے لفظوں سے یاد کریں مگر اہلسنت و جماعت کے مقرر شہیر محی الفاضل علامہ ابو النور محمد بشیر صاحب کوٹلوی مد فیوضہ نے متحدہ ہندوستان کے وقت بمبئی، دہلی اور کلکتہ جیسے شہروں کے عظیم اجتماعات میں شعر پڑھا۔

؎ پاک اللہ پاک احمد پاک جسم و جان ہو !
کیوں نہ رہنے کے لیے بھی ملک پاکستان ہو

(فقیر محمد ضیاء اللہ القادری غفرلہٗ)

"مسلم لیگ کے لیڈر بے عملوں کی ٹولی" ہیں جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں۔ اور جو دوسروں کی عاقبت بھی خراب کر رہے ہیں۔ اور وہ جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں بلکہ خاکستان ہے۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۴)

پاکستان ایک سانپ ہے

"ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ وہ اب بھی پاکستان کا نام جپتے ہیں۔ سچ ہے پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے۔ جو سنہ ۱۹۴۰ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ ہائی کمانڈ ایک سپیرا ہے۔" (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۸۸۴)

نعرۂ پاکستان ایک سٹنٹ ہے

احراری مولوی مظہر علی اظہر نے ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کو امرتسر میں ایک بیان دیا کہ:

"مسلم لیگ کا نعرۂ پاکستان محض ایک سٹنٹ ہے۔ اور میں نہ مسٹر جناح کو قائداعظم مانتا ہوں نہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ تسلیم کرتا ہوں۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۴)

غیر مقلدین کے مولوی ابوالقاسم بنارسی نے بھی یہی کہا ہے کہ:

"پاکستان کا نعرہ محض ایک ڈھونگ ہے نیز یہ کہا کہ یہ وہ لفظ ہے جو اب تک شرمندۂ معنیٰ نہیں ہوا۔ پھر یہ کہا کہ پاکستان پیش کرنے والوں نے اب تک پاکستان کی صحیح تعریف نہیں کی۔ پھر یہ کہا کہ ہندوستان میں پاکستان کا تحقق ممکن نہیں۔" (پیغامِ ہدایت ص ۸ مصنفہ مولوی ابراہیم میر)

پاکستان کی تجویز کو ناپسند کرنا

اگرچہ احراری کانگریس سے الگ ہو گئے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ تقسیمِ ملک تک برابر کانگریس سے ساز باز کرتے ہی رہے۔ مجلس احرار کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس ۳ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء کو دہلی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی گئی۔ جس میں پاکستان کی تجویز کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا اور بعد میں بعض احرار

لیڈروں نے اپنی تقریروں میں پاکستان کو پلیدستان بھی کہا۔ ۲۹ نومبر ۱۹۴۰ء کو مولانا داؤد غزنوی نے اخباروں میں ایک بیان شائع کرایا جس میں احرار کے اس فیصلے کا اعلان کیا کہ وہ اپنے آپ کو کانگریس میں جذب کر دیں گے۔" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص۱۱)

مُسلمانوں کیلئے نظریۂ پاکستان سراسر مُضر ہے

دیوبندیوں کے مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کے سامنے کہا کہ:

"پاکستان کی صورت میں جو نقصانات ان کے نزدیک تھے وہ ذرا بسط کے ساتھ بیان کیے اور دکھلایا کہ مسلمانوں کے لیے نظریۂ پاکستان سراسر مُضر ہے" (مکالمۃ الصدرین ص۸)

تصورِ پاکستان پر طنز اور توہین

چودھری افضل حق احراری لیڈر نے مسلم لیگ کے تصورِ پاکستان کے خلاف بہت سی طنزیہ اور توہین آمیز باتیں کہیں جو "خطباتِ احرار" کے صفحات ۴۱، ۸۲، ۸۳، ۹۹ پر درج ہیں۔" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص۲۷۴)

ناظرینِ کرام! مندرجہ بالا حوالہ جات سے غیر مقلد، احراری، دیوبندی اور مودودی حضرات کی انگریز نوازی، پاکستان دشمنی، نظریۂ پاکستان اور مسلم لیگ کی مخالفت بالکل عیاں ہے۔ جن لوگوں نے قیامِ پاکستان اور مسلم لیگ کی سر توڑ مخالفت کی ہو۔ اور مخالفت کے باوجود جب پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔ اب ان حضرات کو پاکستان میں رہتے ہوتے بھی اس کا پھلنا پھولنا۔ ترقی کی منازل طے کرتے دیکھنا کبھی بھی گوارا نہیں کیونکہ اس کا قیام تو ان کی خواہشات کے بالکل الٹ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان بن جانے کے بعد بھی ان کے ان سے تعلقات منقطع نہیں ہوتے بلکہ ترقی پذیر ہوتے ہیں۔ وہابیہ نجدیہ کے مُربی سعودی حضرات کا کانگریسیو

کے لیڈر نہرو کو مدعو کرنا اور اس کو عجیب و غریب القاب سے یاد کرنا جب سعودی فرمانروا ہندوستان آیا تو اس کا گاندھی کی سمادھی (قبر) پر پھول چڑھانا اس حقیقت کی روزِ روشن کی طرح واضح دلیل ہے۔ ان سب حقائق کو باحوالہ پیش کیا جاتا ہے

نجدی وہابیوں کی مسلم کش کانگریسی لیڈروں سے والہانہ عقیدت

نہرو کے شاندار استقبال کی تیاریاں

پنڈت جواہر لال نہرو نے جب سعودیہ جانا تھا تو اخبارات میں اس کے استقبال کی تیاریوں کے متعلق خبریں اس طرح شائع ہوئیں کہ :

"سعودی عرب میں پنڈت نہرو کی مدارات کا ایسا انتظام کیا جا رہا ہے جو الف لیلا کے جاہ و جلال کی یاد تازہ کر دے گا۔ ہر روز طائف کے باغوں سے گلاب کے تازہ پھول طیارہ کے ذریعے ان محلات میں لائے جائیں گے جہاں نہرو قیام کریں گے۔ وزیرِ اعظم (نہرو) اور ان کی پارٹی کے لیے شاہی توشہ خانوں میں خاص انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ ہوائی مستقر سے ریاض میں شاہ سعود کے نہایت پُرشکوہ محل تک نہرو کو جلوس کی صورت میں لے جایا جائے گا۔ جس کی پیشوائی شاہ کا محافظ دستہ اور موٹر سائیکلوں پر سوار فوجی کریں گے۔ تمام شاہراہوں کو بھارتی اور سعودی پرچموں سے مزین کیا جائے گا۔"

(روزنامہ امروز لاہور ۲۱ اگست ۱۹۵۶ء)

نہرو کے لیے دعائیں

مکہ معظمہ کے ایک روزنامے "البلاد السعودیہ" نے پنڈت جواہر لال نہرو کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اپنے اداریہ "بھارتی نہرو کو عرب میں خوش آمدید" میں لکھا ہے کہ :

"سعودی عرب ایک رہنما (نہرو) کو خوش آمدید کہنے میں فخر محسوس

کرتا ہے۔ مسٹر نہرو ایک ایسی شخصیت ہیں جو ہمیشہ پر امن اور دانشمندانہ پالیسی کے قائل رہے ہیں۔ آخر میں اس اخبار نے دعا کی ہے کہ امن کا یہ داعی (نہرو) ہزاروں برس جیئے۔

شاہ سعود کی "موتمر اسلامی" کے سیکرٹری "کرنل انور سادات" نے بھی سرکاری روزنامے "الجمہوریۃ" میں پنڈت نہرو کو "ایشیائی فرشتہ" بتایا ہے۔ یہ اخبار لکھتا ہے: "اے ایشیا کے فرشتے (نہرو)، تم پر سلامتی ہو۔"

آگے چل کر کرنل سادات لکھتے ہیں کہ:

"مسٹر نہرو کی نرم اور ملائم آواز توپوں کی گرج سے کہیں زیادہ باثر ہے کیونکہ یہ سچائی کی علم بردار ہے۔"

(روزنامہ کوہستان لاہور ۲۵ ستمبر ۱۹۵۶ء)

"سعودی عرب میں نہرو کا مرحبا نہرو رسول السلام اور جے ہند کے نعروں سے استقبال شاہ سعود نہرو کی پنج شیلا پر ایمان لے آئے سعودی عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نہرو کے استقبال کے لیے عرب (نجدی) عورتیں بھی موجود تھیں۔ یہ خواتین ٹرکوں اور کیڈیلاک کاروں میں بیٹھی ہوئی مسٹر نہرو کو نقابوں سے جھانک کر دیکھ رہی تھیں۔ ریاض پہنچنے پر شاہ سعود نے نہرو کو گلے سے لگا لیا۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۲۷، ۲۸، ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء)

نجدیوں کے نعرہ نہرو رسول السلام پر ہندو اخبار کا تبصرہ

بھارت کے ہندو اخبار "تیج" دہلی مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء کے اداریہ میں "خوش آمدید" "پیغمبر امن" کے عنوان کے تحت دوسری باتوں کے علاوہ حسب ذیل فقرے موجود ہیں۔

(۱) پردھان منتری شری جواہر لال نہرو "پیغمبر اسلام" کی دنیا میں پہنچے تو ان کا استقبال "پیغمبر امن" کے نعروں سے کیا گیا۔

(۲) اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو اسلام کے معنی امن کے ہیں۔ سلامتی کے ہیں پیغمبر اسلام

کے معنے بھی امن و سلامتی کے پیغام بر" کے ہیں۔

(۳) پیغمبر اسلام کے ملک کے باسیوں (نجدیوں) نے پنڈت جی کی عزت افزائی کے لیے وہی لفظ منتخب کیا جس پر اسے ناز ہے۔ جس کی وجہ سے دنیائے اسلام میں عرب دیش کی عزت ہے۔

(۴) (پنڈت جی) کے اس دورہ کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہ تو وقت بتائے گا۔ مگر اس سے کفر اور کافر کے فلسفہ میں تبدیلی ہوگئی تو یہ دورہ کی بہت بڑی فتح ہوگی۔

(نوائے وقت لاہور یکم اکتوبر ۵۶ء کالم اڈیٹر کے نام خطوط)

احتشام الحق تھانوی سے مذمت

دیوبندیوں کے مولوی احتشام الحق تھانوی نے بھی نجدی وہابیوں کی اس ہندو نوازی کی مذمت کی ہے جو کہ روزنامہ جنگ نے درج کی ہے۔

"کراچی: ۲۷ ستمبر (اسٹاف رپورٹر) مولانا احتشام الحق تھانوی نے آج رات ایک بیان میں کہا ہے کہ سرزمین حجاز کے دارالخلافہ ریاض میں بھارتی وزیر اعظم پنڈت نہرو کے استقبال پر "مرحبا نہرو رسول السلام" سے جو ننگ اسلام اور اسلام سوز قسم کے نعرے لگائے گئے۔ ان سے نہ صرف یہ کہ مسلمانان عالم کے دینی و ملی جذبات غیرت کو ناقابل برداشت صدمہ پہنچا ہے۔ بلکہ متولی حرمین شریفین کی اس موحدانہ دینداری کا پول بھی کھل گیا جس کا سارے عالم اسلام میں ڈنکا پیٹا جاتا رہا ہے۔ اس سے قطع نظر کر سرزمین توحید اور گہوارۂ اسلام میں ایک صنم پرست بلکہ منکر خدا اور اللہ کے باغی کو دعوت تکریم دینا اور جوار رسول میں بسنے والے سو حسینوں، مردوں اور عورتوں سے خیر مقدم و استقبال کرانا پاسبان حرم کے لیے کہاں تک زیب دیتا ہے۔ یا اس احساس ذمہ داری کو کہاں تک پورا کرتا ہے۔ جو حرمین شریفین کی تولیت پر مسلمانان عالم کی طرف سے عائد ہوتی ہے۔ خود یہ بات بھی اپنی جگہ انتہائی شرمناک۔

اور غیر اسلامی ہے کہ پنڈت نہرو کے لیے "رسول السلام" جیسے اصطلاحی الفاظ استعمال کیے جائیں۔ سعودی عرب کے سفارت خانہ سے جو وضاحتی بیان دیا گیا ہے کہ نامہ نگار عربی کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہے اور رسول سے قاصد کے معنی مراد ہیں۔ نبی کے معنیٰ مراد نہیں۔ میرے نزدیک یہ عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے اور ممکن ہے کہ نامہ نگار عربی کی ابجد سے حقیقت میں واقف نہ ہو لیکن سعودی عرب کے سفارتی ترجمان سے زیادہ واقفِ اسلام ضرور معلوم ہوتا ہے۔ اور الزام کی تردید کرنے والے ترجمان ممکن ہے کہ عربی کی مہارتِ تامہ رکھتے ہوں مگر اسلام اور تعلیماتِ اسلام کی ابجد سے بھی ناآشنا معلوم ہوتے ہیں۔ مرحبا رسول السلام کے نعرہ سے ادنیٰ سے ادنیٰ عقل رکھنے والے کو یہ غلط فہمی نہیں ہوتی ہے کہ پنڈت نہرو کو نبی یا پیغمبر بنا دیا۔ یا اس لفظ سے نبی کے معنیٰ مراد لیے ہیں بلکہ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ رسول سے قاصد کے ہی معنیٰ مراد لیے گئے ہیں۔ یہ اعتراض ہے کہ لفظِ رسول اسلام اور قرآن کریم کی مخصوص اصطلاح ہے۔ جس کی حیثیت شعائر اللہ اور شعائرِ اسلام کی ہے جیسے قرآن، مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ وغیرہ قسم کے بےشمار الفاظ اسلامی شعائر ہیں جو اپنے لغوی معنیٰ سے نکل کر اصطلاحی معنی کے لیے خاص ہو گئے۔

اب ان الفاظ کو لغوی معنی میں استعمال کرنے میں حدودِ دین کا پاس رکھنا ضروری ہے۔ قطعاً ناجائز و حرام ہے۔ بلکہ شعائر اللہ کی کھلی ہوئی بے حرمتی اور توہین ہے ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی !

کیا کسی مسلمان کو یہ اجازت ہے کہ وہ اپنی تصنیف کا نام "کتاب اللہ"، اپنے گھر کا نام "بیت اللہ" اور اپنی مسجد کا نام "مسجدِ حرام" اپنے باغ "جنت" اپنے تالاب کا نام "کوثر" اور تنور کا "جہنم" اور اپنے

پوسٹمین کا نام "رسول" رکھ لے۔ حالانکہ لغوی اعتبار سے یہ سب نام صحیح ہیں۔ کیا قرآن کریم میں یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا میں الفاظ کا ادب مسلمانوں کو نہیں سکھایا گیا ہے۔ کیا حدیث کے اندر مسلمانوں کو خبثت نفسی کی ممانعت سے یہی ادب الفاظ نہیں بتلایا گیا ہے۔

سعودی عرب کے سفارتی ترجمان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمان کی عربی زبان بھی وہ زبان ہے جس میں اصطلاحاتِ قرآن کی حرمت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اگر اللہ کے باغی کے احترام میں آج ناموسِ رسول کو یہ کہہ کر بھینٹ چڑھایا گیا کہ رسول کے معنے قاصد کے ہیں۔ تو آئندہ تمام شعائرِ اسلام کی حرمت کبھی باقی نہ رہ سکے گی۔ پھر سلامتی و امن کا استعمال بھی کس قدر حیاسوز اور عزت بخش ہے کہ جس کے ملک میں آئے دن خونِ مسلم سے ہولی کھیلی جاتی رہی ہو۔ وہ قاصدِ امن کہلایا ہو تو اس میں امن وسلامتی کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود نہیں ہے۔ خدا کی شان ہے کہ مردم خور درندوں کو قاصدِ امن کے لقب سے یاد کیا جائے۔ ؎

جنوں کا نام خرد رکھ لیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ہم آخر میں پاسبانِ حرم سے صاف طور پر یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ حرمین شریفین مسلمانانِ عالم کی امانت ہے اور ان پاسبانوں کی طرف سے ناموسِ رسول کی بے حرمتی کبھی برداشت نہیں کی جا سکتی"

(جنگ کراچی)

مہاتما گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھانا

روزنامہ نوائے وقت نے فیصل کا گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھانے

لیڈروں نے اپنی تقریروں میں پاکستان کو پلیدستان بھی کہا۔ ۲۹ نومبر ۱۹۴۰ء کو مولانا داؤد غزنوی نے اخباروں میں ایک بیان شائع کرایا جس میں احرار کے اس فیصلے کا اعلان کیا کہ وہ اپنے آپ کو کانگریس میں جذب کر دیں گے۔" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۱)

مُسلمانوں کیلئے نظریۂ پاکستان سراسر مُضر ہے

دیوبندیوں کے مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کے سامنے کہا کہ:

> "پاکستان کی صورت میں جو نقصانات ان کے نزدیک تھے وہ ذرا البسط کے ساتھ بیان کیے اور دکھلایا کہ مسلمانوں کے لیے نظریۂ پاکستان سراسر مُضر ہے۔"
> (مکالمۃ الصدرین ص ۳)

تصورِ پاکستان پر طنز اور توہین

چودھری افضل حق احراری لیڈر نے مسلم لیگ کے تصورِ پاکستان کے خلاف بہت سی طنزیہ اور توہین آمیز باتیں کیں جو "خطباتِ احرار" کے صفحات ۴۱، ۸۲، ۸۳، ۹۹ پر درج ہیں۔"
(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۴)

ناظرینِ کرام! مندرجہ بالا حوالہ جات سے غیر مقلد، احراری، دیوبندی اور مودودی حضرات کی انگریز نوازی، پاکستان دشمنی، نظریۂ پاکستان اور مسلم لیگ کی مخالفت بالکل عیاں ہے۔ جن لوگوں نے قیامِ پاکستان اور مسلم لیگ کی سر توڑ مخالفت کی ہو۔ اور مخالفت کے باوجود جب پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔ اب ان حضرات کو پاکستان میں رہتے ہوتے بھی اس کا پھلنا پھولنا۔ ترقی کی منازل طے کرتے دیکھنا کبھی بھی گوارا نہیں کیونکہ اس کا قیام تو ان کی خواہشات کے بالکل الٹ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان بن جانے کے بعد بھی ان کے ان سے تعلقات منقطع نہیں ہوئے بلکہ ترقی پذیر ہوتے ہیں۔ وہابیہ نجدیہ کے مُربی سعودی حضرات کا کانگریسوں

کے لیڈر نہرو کو مدعو کرنا اور اُس کو عجیب و غریب القاب سے یاد کرنا۔ جب سعودی فرمانروا ہندوستان آیا تو اُس کا گاندھی کی سمادھی (قبر) پر پھول چڑھانا اس حقیقت کی روزِ روشن کی طرح واضح دلیل ہے۔ ان سب حقائق کو باحوالہ پیش کیا جاتا ہے

نجدی وہابیوں کی مُسلم کش کانگریسی لیڈروں سے والہانہ عقیدت

نہرو کے شاندار استقبال کی تیاریاں

پنڈت جواہر لال نہرو نے جب سعودیہ جانا تھا تو اخبارات میں اس کے استقبال کی تیاریوں کے متعلق خبریں اس طرح شائع ہوئیں کہ:

> "سعودی عرب میں پنڈت نہرو کی مدارات کا ایسا انتظام کیا جا رہا ہے جو الف لیلا کے جاہ و جلال کی یاد تازہ کر دے گا۔ ہر روز طائف کے باغوں سے گلاب کے تازہ پھول طیارہ کے ذریعے ان محلات میں لائے جائیں گے جہاں نہرو قیام کریں گے۔ وزیرِ اعظم (نہرو) اور ان کی پارٹی کے لیے شاہی توشہ خانوں میں خاص اِنتظامات کیے جا رہے ہیں۔ ہوائی مستقر سے ریاض میں شاہ سعود کے نہایت پُرشکوہ محل تک نہرو کو جلوس کی صورت میں لے جایا جائے گا۔ جس کی پیشوائی شاہ کا محافظ دستہ اور موٹر سائیکلوں پر سوار فوجی کریں گے۔ تمام شاہراہوں کو بھارتی اور سعودی پرچموں سے مزین کیا جائے گا۔"

(روزنامہ امروز لاہور ۲۱ اگست ۱۹۵۶ء)

نہرو کے لیے دُعائیں

مکہ معظمہ کے ایک روزنامے "البلاد السعودیہ" نے پنڈت جواہر لال نہرو کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنے اداریہ "بھارتی نہرو کو عرب میں خوش آمدید" میں لکھا ہے کہ:

"سعودی عرب ایک رہنما (نہرو) کو خوش آمدید کہنے میں فخر محسوس

کرتا ہے۔ مسٹر نہرو ایک ایسی شخصیت ہیں جو ہمیشہ پر امن اور دانشمندانہ پالیسی کے قائل رہے ہیں۔ آخر میں اس اخبار نے دُعا کی ہے کہ امن کا یہ داعی (نہرو) ہزاروں برس جیئے۔

شاہ سعود کی "موتمر اسلامی" کے سیکرٹری "کرنل انور سادات" نے بھی سرکاری روزنامے "الجمہوریہ" میں پنڈت نہرو کو "ایشیائی فرشتہ" بتایا ہے۔ یہ اخبار لکھتا ہے: "اے ایشیا کے فرشتے (نہرو)، تم پر سلامتی ہو۔"

آگے چل کر کرنل سادات لکھتے ہیں کہ:

"مسٹر نہرو کی نرم اور ملائم آواز توپوں کی گرج سے کہیں زیادہ باثر ہے کیونکہ یہ سچائی کی علم بردار ہے۔"

(روزنامہ کوہستان لاہور ۲۵ ستمبر ۱۹۵۶ء)

"سعودی عرب میں نہرو کا مرحبا نہرو رسول السلام اور جے ہند کے نعروں سے استقبال شاہ سعود نہرو کی پنج شیلا پر ایمان لے آئے۔ سعودی عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نہرو کے استقبال کے لیے عرب (نجدی) عورتیں بھی موجود تھیں۔ یہ خواتین، ٹرکوں اور کیڈیلاک کاروں میں بیٹھی ہوئی مسٹر نہرو کو نقابوں سے جھانک کر دیکھ رہی تھیں۔ ریاض پہنچنے پر شاہ سعود نے نہرو کو گلے سے لگا لیا۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۲۷، ۲۸، ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء)

نجدیوں کے نعرہ نہرو رسول السلام پر ہندو اخبار کا تبصرہ

بھارت کے ہندو اخبار "تیج" دہلی مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء کے اداریہ میں "خوش آمدید" "پیغمبرِ امن" کے عنوان کے تحت دوسری باتوں کے علاوہ حسب ذیل فقرے موجود ہیں:

(۱) پردھان منتری شری جواہر لال نہرو "پیغمبرِ اسلام" کی دُنیا میں پہنچے تو ان کا استقبال "پیغمبرِ امن" کے نعروں سے کیا گیا۔

(۲) اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو اسلام کے معنی امن کے ہیں۔ سلامتی کے ہیں۔ پیغمبرِ اسلام'

کے معنے بھی امن و سلامتی کے پیغامبر کے ہیں۔

(۳) پیغمبرِ اسلام کے ملک کے باسیوں (نجدیوں) نے پنڈت جی کی عزت افزائی کے لیے وہی لفظ منتخب کیا جس پر اسے ناز ہے۔ جس کی وجہ سے دنیائے اسلام میں عرب دیش کی عزت ہے۔

(۴) (پنڈت جی) کے اس دورہ کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہ تو وقت بتائے گا مگر اس سے کفر اور کافر کے فلسفہ میں تبدیلی ہو گئی تو یہ دورہ کی بہت بڑی فتح ہو گی۔

(نوائے وقت لاہور یکم اکتوبر ۵۶ء کالم ایڈیٹر کے نام خطوط)

احتشام الحق تھانوی سے مذمت

دیوبندیوں کے مولوی احتشام الحق تھانوی نے بھی نجدی وہابیوں کی اس ہندو نوازی کی مذمت کی ہے جو کہ روزنامہ جنگ نے درج کی ہے۔

"کراچی ۲۷ ستمبر (سٹاف رپورٹر) مولانا احتشام الحق تھانوی نے آج رات ایک بیان میں کہا ہے کہ سرزمینِ حجاز کے دارالخلافہ ریاض میں بھارتی وزیرِ اعظم پنڈت نہرو کے استقبال پر "مرحبا نہرو رسول السلام" کے جو ننگِ اسلام اور اسلام سوز قسم کے نعرے لگائے گئے۔ ان سے نہ صرف یہ کہ مسلمانانِ عالم کے دینی و ملی جذباتِ غیرت کو ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچا ہے۔ بلکہ متولی حرمین شریفین کی اس موحدانہ دینداری کا پول بھی کھل گیا جس کا سارے عالمِ اسلام میں ڈنکا پیٹا جاتا رہا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ سرزمینِ توحید اور گہوارۂ اسلام میں ایک صنم پرست بلکہ منکرِ خدا اور اللہ کے باغی کو دعوتِ تکریم دینا اور جوارِ رسول میں بسنے والے موحدین مردوں اور عورتوں سے خیر مقدم و استقبال کرانا پاسبان حرم کے لیے کہاں تک زیب دیتا ہے۔ یا اس احساسِ ذمہ داری کو کہاں تک پورا کرتا ہے۔ جو حرمین شریفین کی تولیت پر مسلمانانِ عالم کی طرف سے عائد ہوتی ہے۔ خود یہ بات بھی اپنی جگہ انتہائی شرمناک

اور غیر اسلامی ہے کہ پنڈت نہرو کے لیے "رسول السلام" جیسے اصطلاحی الفاظ استعمال کیے جائیں۔ سعودی عرب کے سفارت خانہ سے جو وضاحتی بیان دیا گیا ہے کہ نامہ نگار عربی کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہے اور رسول سے قاصد کے معنی مراد ہیں۔ نبی کے معنٰی مراد نہیں۔ میرے نزدیک یہ عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے اور ممکن ہے کہ نامہ نگار عربی کی ابجد سے حقیقت میں واقف نہ ہو لیکن سعودی عرب کے سفارتی ترجمان سے زیادہ واقفِ اسلام ضرور معلوم ہوتا ہے۔ اور الزام کی تردید کرنے والے ترجمان ممکن ہے کہ عربی کی مہارتِ تامہ رکھتے ہوں مگر اسلام اور تعلیماتِ اسلام کی ابجد سے بھی نا آشنا معلوم ہوتے ہیں۔ مرحبا رسول السلام کے نعرہ سے ادنیٰ سے ادنیٰ عقل رکھنے والے کو یہ غلط فہمی نہیں ہوتی ہے کہ پنڈت نہرو کو نبی یا پیغمبر بنا دیا۔ یا اس لفظ سے نبی کے معنٰی مراد لیے ہیں بلکہ یہ سمجھتے ہوتے بھی کہ رسول سے قاصد کے ہی معنٰی مراد لیے گئے ہیں۔ یہ اعتراض ہے کہ لفظِ رسول اسلام اور قرآن کریم کی مخصوص اصطلاح ہے۔ جس کی حیثیت شعائر اللہ اور شعائرِ اسلام کی ہے جیسے قرآن، مسجدِ حرام، مسجدِ اقصےٰ وغیرہ قسم کے بیشمار الفاظ اسلامی شعائر ہیں جو اپنے لغوی معنٰی سے نکل کر اصطلاحی معنی کے لیے خاص ہو گئے۔

اب ان الفاظ کو لغوی معنی میں استعمال کرنے میں حدودِ دین کا پاس رکھنا ضروری ہے۔ قطعاً ناجائز و حرام ہے۔ بلکہ شعائر اللہ کی کھلی ہوئی بے حرمتی اور توہین ہے ؎

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی !

کیا کسی مسلمان کو یہ اجازت ہے کہ وہ اپنی تصنیف کا نام "کتاب اللہ"، اپنے گھر کا نام "بیت اللہ" اور اپنی مسجد کا نام "مسجدِ حرام" اپنے باغ "جنت" اپنے تالاب کا نام "کوثر" اور تنور کا "جہنم" اور اپنے

پوشمین کا نام "رسول" رکھ لے۔ حالانکہ لغوی اعتبار سے یہ سب نام صحیح ہیں۔ کیا قرآنِ کریم میں یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا اَنْظُرْنَا میں الفاظ کا ادب مسلمانوں کو نہیں سکھایا گیا ہے۔ کیا حدیث کے اندر مسلمانوں کو خبثت نفسی کی ممانعت سے یہی ادب الفاظ نہیں بتلایا گیا ہے۔

سعودی عرب کے سفارتی ترجمان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمان کی عربی زبان بھی وہ زبان ہے جس میں اصطلاحاتِ قرآن کی حرمت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اگر اللہ کے باغی کے احترام میں آج ناموسِ رسول کو یہ کہہ کر بھینٹ چڑھایا گیا کہ رسول کے معنے قاصد کے ہیں۔ تو آئندہ تمام شعائرِ اسلام کی حرمت کبھی باقی نہ رہ سکے گی۔ پھر سلامتی و امن کا استعمال بھی کس قدر حیا سوز اور عزت بخش ہے کہ جس کے ملک میں آئے دن خونِ مسلم سے ہولی کھیلی جاتی رہی ہو۔ وہ قاصدِ امن تو کیا ہوتا اس میں امن و سلامتی کا ادنیٰ اشائبہ بھی موجود نہیں ہے۔ خدا کی شان ہے کہ مردم خور درندوں کو قاصدِ امن کے لقب سے یاد کیا جائے۔ نہ

جنوں کا نام خرد رکھ لیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ہم آخر میں پاسبانِ حرم سے صاف طور پر یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ حرمین شریفین مسلمانانِ عالم کی امانت ہے اور ان پاسبانوں کی طرف سے ناموسِ رسول کی بے حرمتی کبھی برداشت نہیں کی جا سکتی"

(جنگ کراچی)

مہاتما گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھانا

روزنامہ نوائے وقت نے فیصل کا گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھانے

کا بھی ذکر کیا ہے کہ:

"ابنِ سعود نجدی کا لڑکا فیصل جب ۱۹۵۵ء میں ہندوستان پہنچا تو بھارتیوں نے اُس کے استقبال میں بھارت سعودی عرب زندہ باد" "راجکمار سعودی عرب زندہ باد" کے نعرے لگاتے۔ امیر فیصل نے بھارت میں راج گھاٹ پر "مہاتما گاندھی کی سمادھ" پر پھول چڑھانے گئے
(نوائے وقت ۱۱ مئی ۱۹۵۵ء)

دیوبندی حضرات کیلئے لمحۂ فکریہ

انہیں سعودی حضرات نے جبکہ بھارت کے دورہ پر آئے اور گاندھی کی قبر پر پھول چڑھائے اسی دورہ میں دیوبندیوں نے مدرسہ دیوبند میں ابنِ سعود کے بڑے بیٹے کو دعوت دی۔ اور ابنِ سعود کے بیٹے نے مدرسہ دیوبند کو مالی امداد دی۔ نامعلوم اس وقت دیوبندیوں کی غیرت کہاں گئی تھی۔ اخبار میں ہے کہ:

"ابنِ سعود کے بڑے بیٹے اور فیصل کے بڑے بھائی جو کہ نجدی حکومت کے فرمانروا بھی تھے ـــــ شملہ سے آٹھ میل دور آپ نے ہماچل پردیش کے لوگوں کا پیش کیا ہوا لوک ناچ کا ایک پروگرام دیکھا اور جنابِ صدر معزز وزرا خواتین اور راجندر پرشاد کے جواب میں شاہ سعود نے تقریر فرمائی۔ مدرسہ دیوبند کو پچیس ہزار روپیہ دیا۔" (اخبار سیاست کانپور ۳۱ دسمبر ۱۹۵۵ء بحوالہ تاریخی حقائق)

جارج واشنگٹن کی قبر پر پھول

نجدی وہابیوں نے تو گاندھی کیا واشنگٹن کی قبر پر بھی پھول چڑھائے۔ چنانچہ روزنامہ کوہستان نے لکھا ہے کہ:

"سعودی عرب کے وزیرِ دفاع امیر فہد بن سعود نے جو شاہ سعود کے ہمراہ امریکہ آئے ہیں۔ کل امریکہ کے پہلے صدر جارج واشنگٹن کی قیام گاہ کی سیر کی۔ بارش کے باوجود انہوں نے مکان کے

پائین باغ کی بھی سیر کی۔ اور جارج واشنگٹن کی قبر[1] پر پھول چڑھائے"
(کوہستان ۲ فروری ۱۹۵۷ء)

قارئین کرام! آپ نے مستند کتب کے حوالہ جات سے اکابر وہابیہ کی انگریز نوازی اور ہندو سے بھائی چارہ ملاحظہ فرما لیا۔ وہابی انگریزوں کے پٹھوکیوں نہ ہوں۔ جبکہ ہندوستان میں ان کے فرقہ کی بنا انہیں کے ایما پر ڈالی گئی۔ جیسا کہ دیوبندی حضرات کے قاری خلیل احمد لکھنوی نے غیر مقلد وہابیوں سے استفسار کرتے ہوئے واضح الفاظ میں یہ حقیقت بیان کی ہے کہ غیر مقلدین کا وجود ہندوستان میں صرف اور صرف انگریز کی وجہ سے ہے۔ وہ استفسارات یہ ہیں:

"دنیا کے تختے میں سوائے انگریزی سلطنت کے اور کہیں آپ کا پتہ نہیں چلتا۔ پھر انگریزی سلطنت سے باہر جا کر بندگان خدا کو بچانے کی بھی کوشش نہیں کرتے۔ مگر تم جانتے ہو اگر تم کسی اسلامی سلطنت میں گئے تو جو قادیانیوں کا حال کابل میں ہوا یا کسی مرتد کی گت اسلامی سلطنت میں ہونی چاہیئے وہی تمہاری ہوئی۔ اس لیے انگریزی سلطنت سے باہر نہیں جاتے۔ دنیا کے کسی گوشہ میں اور غدر سے پہلے ہندوستان کے کسی شہر میں تمہارا کوئی مذہبی مدرسہ ہے یا تھا۔ تھا تو بتاؤ؟
غدر سے پہلے اور انگریزی سلطنت سے باہر تمہاری کوئی مسجد ہے تو بتاؤ؟"
(صاعقۃ التقلید علی الغوی العنید صفحہ ۲۳، ۲۴)

جب ہندوستان میں وہابیت کا بیج بونے والے انگریز ہوں تو پھر وہابی کیسے ان

---

[1] ان نجدیوں کی رسول دشمنی اس سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ گاندھی کی سمادھی اور واشنگٹن کی قبر پر ان نجدیوں نے پھول چڑھائے مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک پر صحابۂ کرام اور اہلبیت عظام کی قبور مبارکہ پر پھول چڑھانے ان کے نزدیک بدعت و حرام ہے۔ (فقیر محمد ضیاء القادری غفرلہٗ)

کی نیاز مندی اختیار نہ کریں۔ اور انگریزوں کی حمایت میں فتوے اور کتابیں کیوں نہ شائع کریں۔ نیز انگریز کے خلاف جہاد کرنے کو ناجائز کیوں نہ کہیں۔

جو لوگ امام الانبیاء، محبوبِ خُدا، شافعِ روزِ جزا، شبِ اسرا کے دولہا، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نیاز مند اور خیر خواہ نہیں۔ وہ ملک و ملت کے کیسے خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔ علمائے سُو نے ہر دور میں علمائے حق کے طریق کار اور عقائد کی مخالفت کی ہے۔ علمائے سُو نے اسلاف سے رُوگردانی کر کے نئے نئے فتنے اور عقائد پیدا کر کے مسلمانوں کے دلوں سے عظمتِ محبوبِ خدا اور مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ختم کرنے کے لیے عجیب و غریب قسم کے حربے اختیار کیے۔ جیسا کہ آپ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور پاک و ہند میں غیر مقلدین اور دیوبندی وہابیہ کے متفقہ مجدد سید احمد اور اسماعیل دہلوی کے حالات میں نہایت ہی وضاحت کے ساتھ پڑھ چکے ہیں۔ ان فتنوں کے پیچھے کسی نہ کسی کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔ سید احمد اور اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں اس فتنہ وہابیت کا بیج بویا تو نجدیوں سے یہ بیج حاصل کیا۔ اپنے اسلاف سے اُس کو یہ عقائد کہیں نہ ملے۔ حالانکہ اس کے خاندان سے ہی شاہ ولی اللہ دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی تھے جن کا علمی سکہ تمام علمی دُنیا میں مسلّم ہے۔ اسماعیل دہلوی نے یہ فیض نجدیوں سے حاصل کیا اور نجدیوں کے امام محمد بن عبدالوہاب نجدی نے یہ فیض ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم سے حاصل کیا۔ اور ابنِ تیمیہ کو یہ فیض ابنِ حزم ظاہری سے مِلا۔ اور جس دور میں انہوں نے مسلمانوں میں یہ فتنے برپا کیے تو علمائے حق فوری طور پر ان کے تردید کے لیے کمربستہ ہو گئے اور مسلمانوں کا تحفظ فرمایا۔

قارئینِ کرام! آخر میں مخالفینِ پاکستان کے اکابر نے انبیاء کرام علیہم السلام بلکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین آمیز عبارات لکھیں ہیں پیش کی جاتی ہیں۔

اس آیۃ شریفہ سے اظہر من الشمس ہے کہ رسولِ کل، ہادیٔ سبل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ساری کائنات کے لیے رسولِ رحمت بن کر تشریف لائے ہیں جیسا کہ زبانِ ربی میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ (پ ۱۷ ع ۷)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

مندرجہ بالا آیاتِ طیبات سے واضح ہوا کہ دیوبندیوں نے یہ عبارت لکھ کر نبیٔ پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی کی جسارت کی ہے۔ جو کہ کفر ہے۔

کہیں۔ دیوبندی خطیب الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُستاد بنتے ہیں۔ کہیں یا ہادیٔ کل صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو گرنے سے بچاتے ہیں۔ ان کی ذہنی خباثتوں کا اندازہ اُنہیں ہر نکات سے عیاں ہوتا ہے کہ جو کل کائنات کی فریاد رس کے وہابی اس شخصیت کو اپنا محتاج قرار دے رہے ہیں۔ دیوبندی وہابیوں کے دورِ حاضرہ کے نام نہاد شیخ القُرآن مولوی غلام خان صاحب کے اُستاذ مولوی حسین علی صاحب آف واں بھچراں ضلع میانوالی کے درج کردہ خواب سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے وُہ خواب درج کیا جاتا ہے۔

دیوبندیوں کے مولوی حسین علی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پل صراط سے گرنے سے بچالیا!

دیوبندیوں کے مولوی غلام خان آف راولپنڈی کے اُستاد مولوی حسین علی آف واں بھچراں نے لکھا ہے کہ

رَاَیْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَانَقَنِیْ وَذَھَبَ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مجھے بصورت معانقہ

لِی مُعَانَقَةً عَلَی الصِّرَاطِ اَیْ پُل
صِرَاط رَاَیْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ لِیْ .....
خُتِمَ عَلَیْہِ بِیَدِہِ الْمُبَارَکَةِ وَ
کَانَ مَعَہٗ اَکْثَرُ الْاَکَابِرِ وَدَعَوْتُ
عِنْدَ بَیْتِ اللّٰہِ الْحَرَامِ ثُمَّ جِئْتُ
عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ
وَسَلَّمَ فَقُلْتُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَعَانَقَنِیْ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَّمَنِیْ اللَّطَائِفَ
وَالْاَذْکَارَ وَرَاَیْتُ اَنَّہٗ یَسْقُطُ فَاَ
مْسَکْتُہٗ وَاَعْصَمْتُہٗ عَنِ السُّقُوْطِ

(مبشرات ملحقہ بلغۃ الحیران)

پُل صراط پر لے گئے اور میں نے
دیکھا کہ آپ نے مجھے مُہر لگا کر ایک
تحریر دی ہے۔ اور آپ کے ساتھ
بُہت سے اکابر بھی تھے۔ میں نے
بیت اللہ شریف کے پاس دعاء
مانگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس گیا۔ اور میں نے الصلوٰۃ و
والسلام علیک یا رسول اللہ عرض کیا
تو آپ نے مجھ سے معانقہ کیا۔ اور
اذکار سکھائے اور میں نے حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پل سے
گر رہے ہیں۔ تو میں نے آپ کو گرنے
سے بچا لیا۔

قارئین حضرات! اب آپ خود ہی انصاف کریں کہ ایک مسلمان اپنی اُمتی ہونے کی حیثیت سے ایسی بات کبھی بیان نہیں کر سکتا۔ جو رسول معظم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم شافع محشر ہوں۔ جو خود گرتوں کو سنبھالنے والے ہوں۔ جو قیامت کے روز پُل صراط پر کھڑے ہو کر ربّ کریم کی بارگاہ میں رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ کی دعائیں کریں۔ ان کے بارے میں دیوبندی وہابی مولویوں کے امام اور سردار مولوی حسین علی خان آف واں بھچراں یہ کہیں میں نے ان کو گرنے سے بچا لیا۔ کتنی بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ یہ ہے دیوبندی اکابر کا ایمان مگر میرے اعلیٰحضرت۔ مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ القوی کا ایمان اور عقیدہ یہ ہے۔ ؎

رضاؔ پل سے اب وجد کرتے گزریئے ہے ربّ سلّم صدائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم:

جیسا قرار دیتے ہیں اور کہیں گنگوہ کو کعبۃ اللہ سے افضل قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ مولوی محمود الحسن دیوبندی نے مرثیہ میں کہا ہے کہ

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے تھے اپنے سینوں میں ذوق و شوق عرفانی
(مرثیہ ص ۱۲)

سرد آہیں گرم آنسو۔ آنسوؤں میں خونِ دل
کہہ رہے ہیں اس طرح افسانہ در افسانہ ہم

دیوبندی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اُستاد ہیں!

دیوبندیوں کے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں کہ:

"ایک صالح فخرِ عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی۔ آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔"

(براہینِ قاطعہ ص ۲۶ مطبوعہ دیوبند)

قارئینِ عظام! مندرجہ بالا بیان میں امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کس قدر توہین اور گستاخی پائی جاتی ہے۔ کہ دیوبندی مولویوں کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُستاد قرار دیا ہے۔

حالانکہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنا اصول بیان فرمایا ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ۔ (پ ۱۳ ع ۱۳)

اور ہم نے ہر رسول اُس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اِک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں!

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انسانوں کی وفات برابر ہے

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی لکھا ہے کہ

عقیدہ :- ہمارا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انسانوں کی طرح وفات پاگئے۔ (اخبار اہلحدیث امرتسر ص۳ ۲۵ اپریل ۱۹۱۲ء)

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ہی لکھا ہے کہ

عقیدہ :- لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ۔ اس آیت سے عام اولیاء اللہ یا انبیاء کا ذکر نہیں۔ بلکہ خاص شہیدوں کا ذکر ہے۔ شہیدوں کی زندگی ایسی نہیں جیسی ہم لوگوں کی ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ص۱۲ ۱۲ اپریل ۱۹۱۲ء)

شہداء کو مردہ اعزازی طور پر نہ کہیئے

عقیدہ ۱۰- شہداء کو اعزازی طور پر مردہ کہنے سے منع کیا ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ص۱۳ ۸ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

اللہ کریم نے وہابیوں کے عقائد کو باطلہ کا بطلان خود ان کے ہی مولوی قاضی شوکانی سے ثابت کرا دیا تاکہ وہابی قیامت تک اپنے مسلک کو سچا نہ گردان سکیں۔

قاضی شوکانی کی عبارت یہ ہے۔

مَا ثَبَتَ اَنَّ الشُّهَدَاءَ اَحْیَاءٌ پس شہداء کا اپنی قبور میں زندہ ہونا اور انہیں رزق دیا جانا ثابت
یُرْزَقُوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ وَ ہوا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ۔ وسلم بھی اُنہی زندوں میں ہیں. (نیل الاوطار ص۱۰۱ ج۵)

؎

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

اُمتی عمل میں نبی کے برابر حتّٰی کہ بڑھ بھی جاتا ہے

دیوبندی وہابیوں کے امام اور نام نہاد قاسم العلوم مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ :-

عقیدہ :- انبیاء اپنی اُمت سے ممتاز ہوتے ہیں. تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں. باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بہت وقتوں میں بظاہر اُمتی مساوی و برابر ہو جاتے ہیں بلکہ اُمتی نبیوں سے عمل میں بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس ص۵ مطبوعہ دیوبند)

بانی مدرسہ دیوبند کا یہ عقیدہ بھی قرآن و حدیث کی واضح طور پر مخالفت کر رہا ہے.

قرآن پاک میں اللہ تعالٰے فرماتا ہے.

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ — اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے
مِنَ الْاُوْلٰى۔ (پ۳۰ ع۱۸) — بہتر ہے۔

حدیث شریف میں بھی یہ مسئلہ ہے کہ جو کسی کو نیک عمل سکھائے یا بتائے اور جو اُس نیک عمل پر گامزن ہو تو جتنا ثواب نیک عمل کرنے والے کو ہوگا اُتنا ہی اجر اُس نیک عمل بتانے والے کو بھی ملے گا اس مسئلہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ قیامت تک اُمت محمدیہ جو بھی نیک عمل کرے گی. جتنا ثواب کل اُمت کے نیک کام کرنے والوں کو ملے گا اُتنا ہی اجر ہمارے آقا و مولا اور ہادی و راہنما حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کے نامۂ اعمال میں جمع ہوگا. کیونکہ سب نیکیاں بتانے والے محبوب خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

انبیاء کرام بڑے بھائی ہیں!

عقیدہ: اولیا۔ انبیا۔ امام و امام زادے پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ وہ سب انسان ہی ہیں۔ اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہیں ہوئے۔ (تقویۃ الایمان صفہ ۴۰)

بڑے بھائی کو گالی دینے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ مگر نبی کو گالی دینے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے پھر وہ بڑے بھائی کیسے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط (پ ۲۶ ع ۱۳)	اے ایمان والو، اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرو۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ادب کے عالم کا تذکرہ پروردگارِ عالم نے قرآن حمید میں اس شان سے فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ (پ ۲۶ ع ۱۳)	بیشک وہ لوگ جو رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں یہ وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

مقامِ عبرت ہے کہ صحابہ عظام علیہم الرضوان تو اپنی آوازوں کو پست رکھیں مگر وہابیوں کا امام دہلوی قتیل بڑا بھائی لکھنے کی جسارت کرے۔

نماز میں بڑے بھائی کو سلام کہنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر محبوبِ خدا کا مقام یہ ہے کہ جب تک نمازی نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ

وَ بِہٖ کَاتُہٗ نہ پڑھے تب تک نماز ہی نہیں ہوتی۔ غیر مقلدین اور دیوبندی وہابیوں کے بزرگ اور مجدد اسماعیل دہلوی قتیل کا یہ عقیدہ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں بہت بڑی بے ادبی ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید بایزید اینجا

نبی ایسے سردار ہے جیسے گاؤں کا چودھری

عقیدہ: سردار کے لفظ کے دو معنے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ خود مالک مختار ہو۔ اور کسی کا محکوم نہ ہو۔ خود آپ جو چاہے سو کرے۔ جیسے ظاہر میں بادشاہ سو یہ بات تو اللہ ہی کی شان ہے۔ ان معنوں میں اُس کے سوائے کوئی سردار نہیں اور دوسرے یہ کہ رعیتی ہی ہو مگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو۔ کہ اصل حاکم کا حکم اول اس پر آوے اور اُس کی زبانی اوروں کو پہنچے جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی اُمت کا سردار ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۴)

مولوی اسماعیل دہلوی نے انبیاء کی سرداری کو قوم کے چودھری اور گاؤں کے زمیندار کے برابر اور مثل قرار دیا ہے۔ جو کہ انبیاء کرام کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے ہر پیغمبر کے الفاظ میں حبیب کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات بھی شامل ہے لیکن ہمارے آقا تو صرف اُمت کے سردار ہی نہیں بلکہ سید المرسلین یعنی مرسلین کے بھی سردار ہیں۔ حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سرداری کو قوم کے چودھری اور گاؤں کے زمیندار کے برابر قرار دینا کتنی بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ جو کہ صریحاً کفر ہے۔

قارئین! گاؤں کے چودھری کی کوئی تعظیم نہ کرے اور توہین کردے تو وہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوگا مگر حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنے

یا رسول اللہ، یا علی کہنے والوں کو قتل کرنا جائز ہے!

عقیدہ ۵: امام الوہابیہ اسماعیل[1] غزنوی لکھتے ہیں کہ:

"جو کوئی یارسول اللہ (صلعم) یا یا ابنِ عباس یا یا عبدالقادر جیلانی یا اور کسی بزرگ مخلوق کو پکارے یا اُس کی دُہائی دے۔ اس پکارنے سے اُس کا مدعا، دفع شر یا طلبِ خیر ہو یعنی ایسے امور میں امداد حاصل کرنا ہو۔ جو خدا کے سوا کسی اور کے اختیار میں نہیں ہیں مثلاً کسی بیمار کا تندرست کرنا یا دشمن پر فتح حاصل کرنا یا کسی دُکھ سے محفوظ رہنا وغیرہ۔ تو ایسے امور میں خدا کے سوا کسی دُوسرے سے امداد طلب کرنا شِرک ہے۔ جو لوگ ایسا کریں وہ مشرک ہیں۔ شرکِ اکبر کے مرتکب ہیں۔ اگرچہ ان کا عقیدہ یہی ہو کہ فاعلِ حقیقی فقط ربّ العزّت ہے۔ اور ان صالحین سے دُعار کرنے کا مقصد محض یہ ہے کہ ان کی سفارش سے مراد بر آئے گی۔ گویا یہ ایک واسطہ ہیں۔ یعنی ان کا فعل بہر حال شِرک ہے۔ اور ایسے لوگوں کا خون بہانا جائز ہے۔ اور ان کے اموال کا لوٹ لینا مباح ہے!"

(تحفہ وہابیہ ص ۵۹ مصنفہ اسماعیل غزنوی)

---

[1] یہی مولوی اسماعیل غزنوی یکم جون ۱۹۴۵ء کو بلیک مارکیٹ کے الزام میں گرفتار ہوئے تھے۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱، ۸ جون ۱۹۴۵ء)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں ملنے والے ہیں

دیوبندیوں اور غیر مقلدین وہابیوں کے امام [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف [illegible] لکھا ہے۔

عقیدہ: ”میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔“ (تقویۃ الایمان ص۶۱)

دُنیا بھر کے دیوبندی اور غیر مقلد وہابیوں کو چیلنج

ہم اعلان کرتے ہیں کہ خاتم الانبیاء شافع روزِ جزا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث شریف ایسی پیش کریں جس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ: ”میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔“ جب ایسا کسی حدیث میں نہیں تو پھر امام الوہابیہ کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ کیونکہ نبی پاک کا فرمان ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

خداوندِ کریم جل جلالہٗ تو شہدا کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (پ۲ ع۳)	اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ ہاں تمہیں خبر نہیں۔

رسولِ مختار سرکار ابد قرار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ۔ (ابنِ ماجہ ص۱۱۹)	بے شک اللہ تعالےٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کیا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ کا نبی زندہ ہے۔ رزق دیا جاتا ہے۔

قرآن و حدیث کی رُو سے یہ عقیدہ کفر ہے۔ لہٰذا اس عقیدہ پر مرنے والا اور ایسے عقیدہ والے کو شہیدِ حق۔ بزرگ ولی۔ مجدد وغیرہ سمجھنے والا بھی یقیناً کافر ہے۔

خاک میں تیرے کہتا ہے کِسے خاک کا ڈھیر
مِٹ گیا دین ملی خاک میں عزت تیری

مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی ہی نے لکھا ہے کہ :

عقیدہ : ۔ علمِ غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے ۔ اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا شرک سے خالی نہیں " (فتاویٰ رشیدیہ صـــ ج ۳)

" جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو علمِ غیب جو خاصہ حق تعالےٰ ہے ثابت کرے اس کے پیچھے نادرست ۔ "

(فتاویٰ رشیدیہ صـ۱۱۴ ج ۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب کو صبی مجنون اور بہائم سے تشبیہ

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ :

عقیدہ : ۔ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا ۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے ۔ یا کل غیب ۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ۔ ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے ۔ " (حفظ الایمان صـ۱۴)

شیطان اور ملک الموت کا علم ثابت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ثابت نہیں

دیوبندیوں کے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ :

عقیدہ : ۔ غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا فخر عالم کو خلافِ نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ

سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان[1] و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نصِ قطعی ہے۔" (براہینِ قاطعہ ص ۵۱ مطبوعہ دیوبند)

عقیدہ :۔ "اعلیٰ علیین میں روحِ مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔" (براہینِ قاطعہ ص ۵۲)

علم شیطان کا ہوا علمِ نبی سے زائد
پڑھوں لاحول نہ کیوں دیکھ کے صورت تیری

دیوبندی وہابیوں کے قاری طیب مہتمم دار العلوم دیوبند نے بھی عقائد کے متعلق لکھا ہے کہ:

عقیدہ :۔ "رسول اور امتِ رسول اس حد تک مشترک ہیں کہ دونوں کو علمِ غیب نہیں۔" (فاران توحید نمبر کراچی ص ۱)

عقیدہ :۔ "علمِ ما کان و ما یکون خاصہ خداوندی ہے۔ جس میں کوئی بھی غیر اللہ اس کا شریک نہیں ہو سکتا۔" (فاران توحید نمبر کراچی ص ۱۱)

عقیدہ :۔ حضرت سید الاولین و الآخرین کے لیے علمِ غیب کا دعوے اور

---

[1] شیطان و ملک الموت کے محیطِ زمین کے علم پر قرآن و حدیث میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی۔ جو شخص نص کا دعوے کرتا ہے۔ وہ قرآن و حدیث پر نہایت ناپاک بہتان باندھتا ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو نصوصِ قطعیہ کے خلاف کہنا بھی قرآن و حدیث پر افترائے عظیم ہے۔ قرآن و حدیث میں کوئی ایسی نص وارد نہیں ہوئی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں محیطِ زمین کے علم کی نفی ہوتی ہو۔ بلکہ قرآن و حدیث کے بے شم[illegible]وص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہر چیز کا علم ثابت ہے۔

نبیؐ پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے جو آوازیں آئیں وہ شیطان کی چالیں تھیں !

وہابیوں کے امام اور مجدد ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ :

عقیدہ: قبر کو بت بنانا شرک کی ابتدا ہے۔ اس لیئے اس کے پاس بھی بعض لوگوں کو کبھی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ صورتیں دکھائی دیتی ہیں۔ کوئی عجیب و غریب تصرف نظر آتا ہے جسے وہ مردہ کی کرامت سمجھتے ہیں۔ مثلاً کبھی دکھائی دیتا ہے کہ قبر شق ہو گئی۔ مردہ باہر نکل آیا۔ باتیں کیں، معانقہ کیا۔ اس طرح کی چیزیں نبیوں اور ان کے علاوہ دوسروں کی قبروں پر پیش آسکتی ہیں مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب شیطان کی چالیں ہیں۔ جو آدمی کے بھیس میں ظاہر ہو کر مکر و فریب کا کرشمہ دکھاتا ہوا کہتا ہے۔ کہ میں فلاں نبی یا فلاں شیخ ہوں۔

(کتاب الوسیلہ صـ۵۱)

نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانی شکل میں مدد کرنا شیطان کا مدد کرنا ہے !

وہابیوں کے امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ :

عقیدہ : فرشتے شرک میں کسی کی امداد نہیں کرتے۔ نہ حیات میں۔ نہ موت میں۔ اور نہ اسے پسند کرتے ہیں۔ البتہ شیاطین کبھی کبھی ان کی مدد کرتے اور انسانی شکل میں ان کے سامنے نمودار ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ پھر کبھی کوئی شیطان ان سے کہتا ہے میں

ابراہیم ہوں، مسیح ہوں، محمد ہوں، خضر ہوں، ابوبکر، عمر، عثمان، علی یا فلاں شیخ طریقت ہوں۔

(کتاب الوسیلہ ص ۱۴۱)

قارئین کرام: مندرجہ بالا وہابیوں کا عقیدہ طبرانی شریف کی حدیث شریف کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کا نصرت نصرت فرمانا یہ شیطان کی آواز یا شیطانی مدد قرار دی جائیگی۔ جو کہ کفر ہے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف سے آواز آنے کے کئی واقعات ہیں مشکوٰۃ شریف میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کی قبر انور سے اذان کی آواز سننے کی روایت درج ہے۔

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار خلیفۂ رسول، خلیفۂ اوّل، خلیفۂ برحق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو قبر نبوی کے پاس لے جانا اور قبر سے یہ آواز آنا کہ ایک دوست کو دوست کے ہاں داخل کردو۔ درج فرمائی ہے جس کو وہابیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی جمال الاولیا، ص ۳۹ میں درج کیا ہے۔

خدا چاہے تو کروڑوں محمد پیدا کر دے

امام الوہابیہ والدیابنہ اسماعیل دہلوی قتیل نے ایسا عقیدہ لکھا ہے کہ جس سے ختم نبوت کے انکار کا دروازہ کھلا ہے۔

عقیدہ: اس شہنشاہ (اللہ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ، جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کر ڈالے۔" (تقویۃ الایمان ص ۳۱ مطبوعہ دہلی)

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے امام کے اس عقیدہ سے ختم نبوت کا انکار واضح ہے

نیز دہلوی کی علمی قابلیت اور قرآن دانی کا سارا راز بھی فاش ہو جاتا ہے۔ دراصل اس میں دہلوی نے یہ گستاخی اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ آیت کو صحیح نہ سمجھنے کی بنا پر کی ہے۔ حالانکہ اُس بیچارے کو اتنا علم نہیں کہ مفسرینِ عظام علیہم الرحمۃ نے اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مَا یَشَاءُ قَدِیْرٌ ۝	بے شک اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے اس پر قادر ہے۔

ربِ کریم کا یہ بھی اعلان ہے:

مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (پ۲۲ ع ۲)	محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں۔ اور سب نبیوں میں پچھلے۔

جب اللہ کریم نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوت ختم ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ پھر اسی کی وضاحت اعلانیہ طور پر تاجدارِ ختمِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرما دی۔

لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ	میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

قرآن و حدیث کے ان واضح فرامین کے باوجود اسماعیل دہلوی یہ عقیدہ رکھے کہ خدا کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کر ڈالے۔

خدا اور اُس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بغاوت نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ اگر محمد پیدا کرے گا تو نبوت بھی دے گا۔ اور اگر نبوت دے گا تو خاتم النبیین جو اللہ کا فرمان ہے وہ غلط ہوتا ہے جبکہ پروردگارِ عالم کا یہ بھی اعلان ہے

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ۔ (پ۵ ع ۸)	اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے

لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ ۔ (پ۱۱ ع ۱۲) اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔
وہابیوں کے امام دہلوی نے ہی مرزا قادیانی کو یہ راستہ دکھایا۔ رہنمائی دہلوی نے کی اور دعوائے قادیانی نے کیا کہ:

منم مسیحِ زماں منم کلیمِ خدا　　منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد
(تریاق القلوب ص ۹۷)

نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال گدھے کے خیال سے کئی درجے بدتر ہے

دیوبندی اور غیر مقلد وہابیوں کے امام اور مجدد اسماعیل قتیل نے اپنی کتاب صراطِ مستقیم میں سرورِ عالمیاں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے کینہ اور بغض کا ثبوت اپنے مندرجہ ذیل عقیدہ میں روزِ روشن کی طرح دیا ہے جو کہ درج ہے۔

عقیدہ: از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است و صرفِ ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند۔ بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است۔
(نماز میں) زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے۔ اور شیخ یا اُسی جیسے بزرگوں کی طرف خواہ رسالتمآب ہی ہوں اپنی ہمت (خیال) کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بُرا ہے۔　　(صراطِ مستقیم فارسی ص ۸۶ مطبوعہ دلی)

ناظرینِ کرام! ابوالوہابیہ اسماعیل دہلوی قتیل کا مندرجہ بالا نظریہ اور عقیدہ کس قدر دلسوز اور عشاقِ رسول کے جذبات کو چھلنی کر دینے والا ہے۔ اسلاف کا عقیدہ تو یہ ہو کہ جب نماز میں تشہد پڑھتے وقت بارگاہِ رسالتمآب میں ہدیۂ سلام السلام علیک ایہا النبی پیش کرے تو اُس وقت یہ سمجھتے ہوئے پڑھے کہ امام الانبیاء حبیبِ کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بالمشافہ سلام عرض کر رہا ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ النورانی نے لکھا ہے کہ :

میں نے اپنے سردار علی خواص علیہ الرحمۃ کو سنا کہ فرماتے تھے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمازی کو تشہد میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام عرض کرنے کا اس لیے حکم دیا ہے کہ جو لوگ اللہ عزوجل کے دربار میں غفلت کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ انہیں آگاہ فرمادے کہ اس حاضری میں اپنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دیکھیں اس لیے کہ حضور کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے جدا نہیں ہوتے ۔ فیخاطبونہ بالسلام مشافہۃ پس حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بالمشافہ سلام عرض کریں۔ (میزان الکبریٰ ص ۱۶۷ ج ۱ مطبوعہ مصر)

اِمام غزالی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ :

"جب تشہد کے لیے بیٹھو تو ادب سے بیٹھو اور تصریح کرو کہ جتنی چیزیں تقرب کی ہیں خواہ صلوات ہو یا طیبات یعنی اخلاق ظاہرہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اسی طرح مُلک خدا کے لیے ہے۔ اور یہی معنے التحیات کے ہیں۔ اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باوجود کو اپنے دِل میں حاضر کرو اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہو۔

(احیاء العلوم باب چہارم جلد اول)

شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ القوی نے شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ :

"بعضے عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت در ذاتِ مصلیاں موجود وحاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنے آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نہ بود تا بانوار قرب واسرارِ معرفت منور وفائز گردد۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ قدرت نہیں

غیر مقلدین اور دیوبندی وہابیوں کے امام اور مجدد اسماعیل دہلوی قتیل نے عقیدہ لکھا ہے کہ:

عقیدہ: (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ کچھ قدرت اور غیب دانی مجھ میں نہیں۔ (تقویۃ الایمان صہ ٢٢)

انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کے عذاب سے عام آدمیوں کی طرح ترساں و لرزاں ہیں

وہابیوں کے نام نہاد مجدد ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ:

"ملائکہ و انبیاء بھی ویسے ہی خدا کے بندے ہیں۔ جیسے کہ تم خود ہو۔ اور وہ بھی اس کی رحمت کے طالب اور اُس کے عذاب سے اُسی طرح لرزاں و ترساں ہیں۔ جس طرح تم خود ہو۔" (کتاب الوسیلہ صہ ٤٢)

انبیاء لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت جاننے کے محتاج ہیں

وہابیوں کے مجدد محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ ہے کہ

عقیدہ:- انبیاء بھی لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت جاننے کے محتاج ہیں۔

(کتاب التوحید مترجم صہ ٢٩)

قارئین عظام:- آپ خود اندازہ کریں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان اقدس میں کتنی بڑی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ جس توحید کا پرچار کرنے کے لئے حق

تعالیٰ نے انبیار عظام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ وہ اور ہر نبی کے حکم کا پہلا جزو کلمہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ ہی ہے۔ مگر وہابیوں کا نام نہاد شیخ الاسلام اور مجدد اعظم ان کے ہی متعلق ہی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اپنے کلمہ کی پہلی جزو کی فضیلت جاننے کے محتاج ہیں یہ عقیدہ دشمنان انبیار کا ہی ہو سکتا ہے کسی مسلمان کا نہیں ہو سکتا۔

خاتم الانبیار شہنشاہ دوسرا محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی انبیار میں آجاتے ہیں۔ میرے سرور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے۔

اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ط ابن ماجہ ترمذی شریف ص مشکوٰۃ شریف ص۲۰۱

انبیار اور اولیار کو سفارشی ماننے والا ابوجہل جیسا مُشرک ہے

عقیدہ: جو کوئی کسی (انبیار و اولیار) کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھے اور نذر و نیاز کرے گو اس کو اللہ کا بندہ مخلوق ہی سمجھے۔ سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے: (تقویۃ الایمان ص۸ مطبوعہ دہلی)

عقیدہ: "سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اُس کو مانے سو اِس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے"

(تقویۃ الایمان ص۲۷)

عقیدہ: انبیار اور اولیار اللہ تعالےٰ کی عطار سے تصرف فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی اور وکیل ہیں۔ یہ سب کچھ شرک اور خرافات ہیں۔" (تقویۃ الایمان ص۶ مصنفہ امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی:

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

کلیات مکاتیب رضا

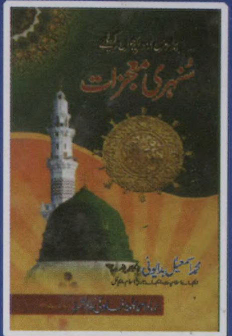
سنہری معجزات
محمد اسمٰعیل بدایونی

ترجمہ کنز الایمان
کا لسانی جائزہ
مکتبہ بحر العلوم

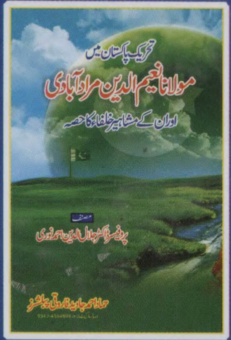
تحریک پاکستان میں
مولانا نعیم الدین مراد آبادی
اور ان کے مشاہیر خلفاء کا حصہ
پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری
حماد احمد جاوید فاروقی پبلشرز

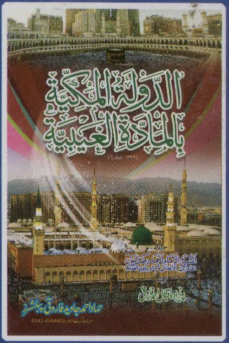
الدولة المكية بالمادة الغيبية
حماد احمد جاوید فاروقی پبلشرز

تمہید ایمان
مع
حسام الحرمین
حماد احمد جاوید فاروقی پبلشرز
0342-4584608

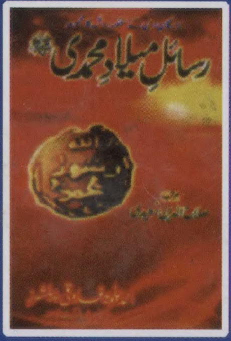
رسائل میلادِ محمدی

حماد احمد جاوید فاروقی پبلشرز
دربار مارکیٹ لاہور 0342-4584608